کیا یزید کو امیر المومنین، رحمۃ اللہ علیہ، جنتی کہنا درست ہے؟ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے ہذیانات کا مدلل جواب

اِمام حُسین رضی اللہ عنہ
بارگاہِ رسالت میں

امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور یزید کی مذمت حدیث کی روشنی میں

از قلم

مولانا محمد یوسف رضا قادری

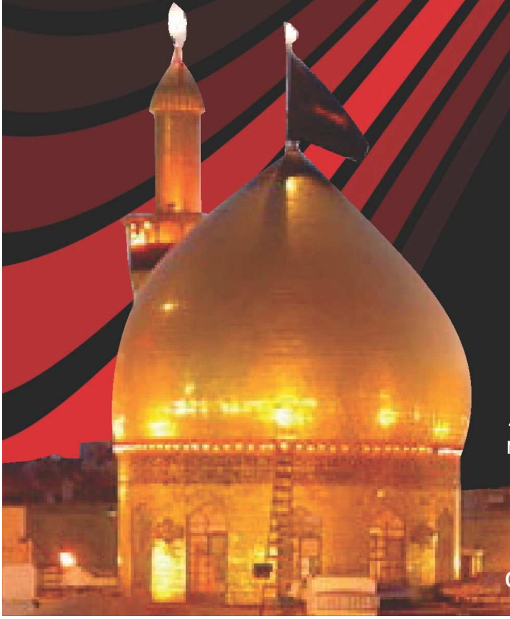

شائع کردہ

M.U.F.

مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن

● www.mufindia.net
MUSLIM UNITY FOUNDATION
136, Sulaiman Building, Kotergate, Bhiwandi
Mob.: 9822088370 / 9960566736 / 9323270697

Click Art & Prints, Bwd. - 9822088370

کیا یزید کو امیر المومنین،
رحمۃ اللہ علیہ، جنتی کہنا درست ہے؟
ڈاکٹر ذاکر نائیک کے ہذیانات کا مدلل جواب

امام حسین رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں

امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور یزید کی مذمت حدیث کی روشنی میں

ازقلم
قاطع کفر وضلالت، سیاح یورپ وایشیاء، مجاہد سنیت
مولانا محمد یوسف رضا قادری
بانی ایم۔ یو۔ ایف۔، بھیونڈی ● رکن جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی

شائع کردہ
مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن
پتہ: ۱۳۶۰ر سلیمان بلڈنگ، امام احمد رضا روڈ کوٹر گیٹ بھیونڈی
۴۲۱۳۰۲، ضلع تھانہ مہاراشٹر، انڈیا
Mob.: 9822088370 / 9960566736 / 9323270697
www.mufindia.net

کلک آرٹ، امام احمد رضا روڈ، سلیمان بلڈنگ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی - 9822088370 / 7774078600

نام کتاب : امام حُسین بارگاہِ رسالت میں

مصنف : مولانا محمد یوسف رضا قادری صاحب

سن اشاعت : محرم الحرام ۱۴۳۷ھ۔اکتوبر ۲۰۱۵ء

تعداد اشاعت باردوم: ۱۰۰۰

کمپوزنگ : سرفراز رضا عبد الغنی مومن

ڈیزائننگ و پرنٹنگ: کلک آرٹ اینڈ پرنٹس (موبائیل:9822088370)

سلیمان بلڈنگ، امام احمد رضا روڈ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی

ناشر: مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن۔بھیونڈی

سلیمان بلڈنگ، امام احمد رضا روڈ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی

صفحات: ۶۴

قیمت: ۴۰/روپئے

ملنے کے پتے:

(۱) بھیونڈی : مسلم یونیٹی فاؤنڈیشن۔9323270697

سلیمان بلڈنگ، امام احمد رضا روڈ، کوٹر گیٹ، بھیونڈی

(۲) بھیونڈی : مکتبۂ رضا، نزد سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ، بھیونڈی

(۳) بھیونڈی : اردو کتاب گھر، کھوٹالہ تالاب مسجد کے سامنے،

منگل بازار سلیب، بھیونڈی۔موبائیل:9272786541

(۴) دہلی : کتب خانہ امجدیہ

مٹیا محل، نئی دہلی۔فون:011-32484831

فہرست

نمبر	عنوان	صفحہ
1	تبریک حضرت علامہ الشاہ عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ	5
2	پیش لفظ	8
3	امام حُسین رضی اللہ عنہ طیّب وطاہر	12
4	امام حُسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ: مینارہ ہدایت ہیں	15
5	دامنِ حُسین رضی اللہ عنہ: گمراہی سے بچنے کا ذریعہ	16
6	امام حُسین رضی اللہ عنہ: جنّتی اور جنّتیوں کے سردار ہیں	18
7	محبّتِ حُسین رضی اللہ عنہ: خدا کا محبوب بناتی ہے	21
8	گلِ مصطفیٰ ہیں میرے حسین رضی اللہ عنہ	23
9	حُسین مجھ سے ہیں اور میں حُسین سے ہوں	26
10	حَسنین! تمھاری عظمتوں کو سلام	28
11	امام حسین رضی اللہ عنہ: آئینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!	29
12	امام حُسین رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ	30
13	امام حسین رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں	32
14	شہادت حُسین رضی اللہ عنہ کی شہرت	32
15	شہادت گاہِ حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی	34

16	شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے قراری	37
17	شہداء کا خون: بوتل میں	39
18	سانپ آگیا: پیغام حق لے کر	41
19	حدیث سے فیصلہ ہوگیا	43
20	کیا یزید جنّتی ہے؟	44
21	سُنّت کو بدلنے والا پہلا شخص	45
22	60ہجری کا شَر	47
23	امیر المومنین کہنے والے کو 20 کوڑے	49
24	بخاری کی حدیث اور اس کی وضاحت	51
25	منقبت امام حسین	61
26	مدح خوان اہلبیت	62
27	دعاے عاشورہ (ایک سال تک زندگی کا بیمہ)	64

تبریک

بقیۃ السلف عالم جلیل مصنف تصانیف کثیرہ

فضیلت الشیخ حضرت علامہ **الشاہ عبدالمبین نعمانی** صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وآلہ وصحبہ اجمعین

''امام حسین رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں'' نامی کتاب واعظ خوش بیان مبلغ اہلسنّت مولانا قاری یوسف رضا قادری کی تازہ تصنیف ہے جو وقت کے ایک سلگتے ہوئے مسئلہ پر نہایت جاندار تحریر ہے ہر بات عقل ونقل کی میزان پر تول کر کہی گئی ہے، اندھے کی لاٹھی کی طرح گفتگو سے پرہیز کیا گیا ہے، آج کل کچھ حامیان یزید بلکہ یوں کہیں عاشقینِ یزید نے اس بات کا بیڑا اُٹھالیا ہے کہ یزید کو حق پر ثابت کریں گے اور امام عالی مقام کو خطا پر، ایسے لوگوں کی خطا تو یہیں سے ظاہر ہے ؎

زبان خلق کو نقارۂ خدا کہیے

اب یہ دیکھ لیا جائے کے اہل ایمان قدیم زمانہ سے لے کر آج تک کس کی مدح کرتے چلے آرہے ہیں اور کس کی مذمّت اور یہ دستور حدیث سے ثابت ہے کہ عامۃ المومنین جس کی مدح کریں وہ اللہ جل جلالہ کے نزدیک بھی ممدوح ہوگا اور عام اہل ایمان جس کی مذمّت کریں وہ عند اللہ بھی مذموم ومبغوض ہوگا اور یہاں معاملہ یہ ہے اہل بیت کی مدح خود اللہ رب العالمین جل جلالہ کررہا ہے اور اس کے پاک ومطہر اور صادق ومصدوق رسول حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت کے ایک ایک فرد کا نام لے لے کر تعریف و

توصیف کررہے ہیں اوران کے مقام ومرتبے کواُجاگر کرتے نظر آرہے ہیں تو بھلا چند مٹھی بھر یزیدیوں کی قیاس آرائی سے عظمت حسین رضی اللہ عنہ کو کون چیلنج کرسکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ آسمان پر تھوکے تو وہ تھوک خود اس کے منہ پر آتا ہے یہاں بھی حال کچھ ایسا ہی ہے۔ جولوگ یزید کی حمایت میں کچھ کہتے ہیں اورامام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات پر کیچڑ اُچھالتے ہیں ان کومنہ کی کھانی پڑتی ہے۔اس مختصر رسالے میں قاری صاحب موصوف نے بڑے پُرمغز اورناقابل تردید دلائل سے شانِ حسینی کو بیان کرکے یزید کی ناکردنیوں کا پردہ اچھی طرح چاک کردیا ہے۔

''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے مصداق جولوگ 'جہاد قسطنطنیہ' والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور ظالم وجابر مقتدا یزید کی صفائی پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس پر مصنف موصوف نے ان کے سارے تاروپود بکھیر کررکھ دیے ہیں اور ایسا صاف وصریح اور معقول جواب قلم بند کردیا ہے کہ اب کوئی شرم وحیا والا انسان یزید کی حمایت میں زبان بھی نہیں کھول سکتا۔۔۔۔ہاں بے حیا باش وہرچہ خواہی کن، کی بات ہی دوسری ہے۔قاری صاحب کا جواب مختصر ہے اورانھوں نے کوشش کی ہے احادیث سے ہی جواب دیا جائے جب کہ اس سلسلے میں ہمارے علما اہلسنّت نے یزید نوازوں کا خوب خوب تعاقب کیا ہے لہٰذا ان کے غلط استدلالات کی ساری گرہیں کھول دی ہیں۔ قلت وقت اور صفحات کی تنگ دامنی مانع ہے ورنہ میں کچھ نمونے پیش کرتا اس لیے تحقیق پسند اور انصاف دوست حضرات کے لیے مندرجہ ذیل کتابوں کی ایک فہرست دے رہا ہوں جن کا مطالعہ مزید تسکین اوراطمینان کا باعث ہوگا۔

(۱) کربلا کا مسافر (مجموعہ مقالات): از مولانا مشتاق احمد نظامی (۲) نقش کربلا: از علامہ ارشد القادری (۳) شہید معظم اور یزید: از مولانا حاجی مبین الدین امروہوی (۴) مقالات شارح بخاری (جلد دوم): از علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان

(۵) تاریخ کربلا: ازمولانا امین القادری (رضوی کتاب گھر)

اور بھی بہت سی کتابیں اور مقالات منظر عام پر آئے ہیں یہاں استیعاب مقصود نہیں ہے اس معلومات کے دائرہ میں طالب حق وانصاف کے لیے مذکورہ کتابیں ہی بہت کافی اور مفید ہیں۔ **الحمدللہ** یہ ساری کتابیں دستیاب بھی ہیں سوائے حضرت حاجی صاحب علیہ الرحمہ کی کتاب ''شہید معظم'' کے لائبریری میں وہ بھی مل سکتی ہے حضرت حاجی صاحب نے تاریخی انداز سے یہ ثابت کیا ہے کہ یزید قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہی نہ تھا یا تھا تو اتنا چھوٹا تھا کہ اس کو جہاد یا جنگ میں شریک ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس مضمون کو حضرت شارح بخاری نے مقالات شارح بخاری جلد دوم میں بڑے تحقیقی انداز سے مزید حوالوں کی روشنی میں مبرہن ومدلل کیا ہے جو مطالعہ کے لائق ہے۔ جو لوگ تاریخی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں ان کو یزید کے دونوں رخ کو تاریخ کی روشنی میں پیش کرنا چاہیے پھر فیصلہ کرنا چاہیے کہ حق کیا ہے؟ اور اس سلسلے میں کن کن اکابر واسلاف کے نقول قابل اعتماد ہیں؟

میں مولانا قاری محمد یوسف رضا قادری کو مبارکباد دیتا ہوں کے اس موضوع پر بڑے اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے اور حق کو اُجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ضرورت ہے کہ اِس کتاب کو عام کیا جائے اور گھر گھر پہنچایا جائے تا کہ اس راہ سے جن لوگوں نے بھولے بھالے سُنّی مُسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سازِش رَچی ہے اس کا پردہ چاک ہو اور حقائق بے غبار ہو کر سامنے آجائیں۔

محمد عبدالمبین قادری

المجمع الاسلامی، مبارک پور

۹/محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

(بمبئی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر ذاکر نائک نے بمبئی میں اپنی تقریر میں یزید کو امیر المومنین اور رحمۃ اللہ علیہ کہہ دیا تھا جیسے ہی اس بات کی اطلاع بمبئی کے مسلمانوں کو ہوئی بے چینی اور اضطراب کا ایک طوفان برپا ہو گیا اور ڈاکٹر ذاکر نائک کی مذمت کا سلسلہ شروع ہو گیا، بعض علما نے پریس کانفرنس لے کر بھی اس بات کی سخت مذمّت کی۔

دراصل امّت مسلمہ کا صدیوں سے یہی متفقہ موقف ہے کہ یزید فاسق وفاجر، گناہ گار، بدکار ہے اور شہادتِ حُسین وشہادتِ اہلبیت رضی اللہ عنہم کا ذمہ دار ہے۔ اب ایک متفقہ موقف کے خلاف یزید کو رحمۃ اللہ علیہ اور جنّتی کہنا یقیناً امّت مسلمہ کے لیے ایک ناقابلِ برداشت امر ہے اسی بنیاد پر ڈاکٹر ذاکر نائک کو اپنے کئی پروگراموں میں ذلّت بھی اُٹھانی پڑی۔ لوگ ان کے پروگرام میں کھڑے ہو جاتے اور سوال کرنے لگتے کہ آپ نے یزید کو 'رحمۃ اللہ علیہ' اور 'جنّتی' کہا؟ پھر وہ دلیل دینے لگتے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام غزالی نے بھی کہا ہے اور یزید ایک حدیث کے مطابق جنّت جائے گا۔

ڈاکٹر ذاکر نائک ابتدا میں مبلغِ اسلام 'شیخ احمد دیدات' کی تقاریر سُن کر صرف تقابلِ ادیان پر انگریزی میں تقریریں کرتے تھے، اختلافی موضوعات سے بالکل اجتناب کرتے تھے مگر آہستہ آہستہ ان کی قربت غیر مقلد فرقہ سے بڑھتی گئی اور سعودی عرب سے مالی امداد بھی ملنے لگی تو وہ کھل کر غیر مقلد ہو گئے۔ شافعیت ترک کر کے سَلفیت اختیار کر لی۔ اب تو ان کا حال یہ ہے کہ کھلم کھلا غیر مقلدیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور ائمہ اربعہ اور تقلید کے خلاف زہر افشانی کرتے ہیں۔

یزید کو رحمۃ اللہ علیہ اور امیر المومنین کہنا غیر مقلد فرقہ کا بہت پرانا موقف ہے اور اس فرقے سے تعلق رکھنے والے بہت سارے مولوی باقاعدہ یزید کا دفاع کررہے ہیں۔ اسے متقی پرہیزگار ثابت کرنے کے لیے تقریریں کررہے ہیں، کتابیں لکھ رہے ہیں۔ کتنے جری، بیباک مولوی تو یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ امام حُسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید حق پر تھا اور امام حُسین رضی اللہ عنہ اقتدار کی لالچ میں کربلا گئے تھے اس لیے اُن کا یہ اقدام کوئی مستحسن اور شرعی اقدام نہ تھا اور ان کی جنگ کوئی حق و باطل کی جنگ نہ تھی۔ وہ ساری گستاخیاں شروع کردیتے ہیں جو محمود عباسی نے اپنی کتاب 'خلافت معاویہ و یزید' میں کی ہیں۔

تاریخ کی کتابوں میں کچھ ایسا مواد حامیانِ یزید کو مل جاتا ہے جس کی بنیاد پر وہ امام حُسین رضی اللہ عنہ جیسی عظیم اور بزرگ تر ذات پر کیچڑ اُچھالنے لگتے ہیں۔ لیکن وہ یہاں پر اس بات کو فراموش کردیتے ہیں کہ تاریخ میں صحیح و غلط، صِدق و کِذب سب کا اِمکان موجود ہے اور پھر جب آپ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں تو امام حُسین رضی اللہ عنہ کی عظمت اور یزید کی مذمّت جاننے کے لیے بھی حدیث ہی کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے؟ اس موضوع پر جب بات آتی ہے تو آپ حدیثوں کو چھوڑ کر اہلِ تاریخ کیوں بن جاتے ہیں؟ ہمارے نزدیک امام حُسین رضی اللہ عنہ کی عظمت اور یزید کی حیثیت جاننے کے لیے حدیثوں میں سب کچھ موجود ہے تاریخ کے مُتضاد مواد کو جانے دیجیے آپ اگر اہلِحدیث ہیں تو خود حدیثوں کی بنیاد پر بھی یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ حق پر کون تھا امام حُسین رضی اللہ عنہ یا یزید۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں سے ہر بات پر قرآن و حدیث سے دلیل کا مطالبہ کرنے والا گروہ عظمت حُسین رضی اللہ عنہ کے باب میں حدیثوں کو فراموش کرکے تاریخ کے متضاد مواد پر اپنے موقف کی بنیاد رکھنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتا۔

امام حُسین رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی ثابت کرنے کے لیے قرآن میں بھی مواد

موجود ہے اور حدیثیں بھی وافر مقدار میں ہیں۔ ان کے نانا جان محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ، ان کے برادر گرامی امام حسن رضی اللہ عنہ، ان کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سب کے فضائل قرآن واحادیث میں موجود ہیں۔ حدیث کی کوئی بھی کتاب اُٹھایئے اس کے باب المناقب میں ان کے فضائل ومکارم بکھرے ہوئے نظر آئیں گے اور ایسے فضائل ہیں جن کے ہوتے ہوئے امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ رائے قائم کرنے کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی جو غیر مقلد فرقے نے قائم کر لی ہے۔

بصیرت کی نگاہوں سے حدیثوں کا مطالعہ کرنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حُسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آنے والے حالات کا ایک ایک جُز بیان کر دیا ہے۔ مگر نہ میدانِ کربلا میں امام حُسین رضی اللہ عنہ کا خون بہانے والوں کو وہ حدیثیں سمجھ میں آئیں نہ آج ان یزیدیوں کے ہم مسلک وہم موقف غیر مقلدوں کو۔ ان کے اسی باطل نظریہ کے استیصال کے لیے میں نے اِس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔

ان کے مولویوں کا حال تو یہ ہے کہ وحی بھی نازل ہو تو بھی وہ ماننے والے نہیں ہیں مگر ان کے عوام جنھیں حدیث کے نام پر جمع کیا گیا ہے اس کتاب کی حدیثیں اور قرآن کی آیتیں اُنھیں ضرور اس فریب سے نکلنے کا موقع فراہم کریں گی کہ یزید حق پر تھا اور امام حُسین رضی اللہ عنہ باطل پر **معاذاللہ**۔ ساتھ ہی یہ احساس بھی بیدار ہو گا کہ ان کے مولویوں نے اُنھیں اس اَمر میں ''اہلِ حدیث'' سے ''اہلِ تاریخ'' بنا دیا ہے۔

یہاں پر یہ وضاحت بھی کرنا چاہوں گا کہ حدیث اگر ضعیف ہو تو بھی تاریخ کے مقابلے میں اس کا وزن زیادہ ہو گا۔ اس لیے کہ حدیث جب سند کے اعتبار سے ضعیف ہو جائے تو اس کا صرف اتنا مطلب ہوتا ہے کہ اب اس سے لازمی امور ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے سے انکار تو کوئی بھی نہیں کرتا

بلکہ فضائل میں تو حدیثِ ضعیف بالاتفاق معتبر ہے۔

اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے دلیل کے طور پر میں کہیں بھی ابنِ اثیر، ابنِ کثیر، ابنِ جریر کو پیش نہیں کروں گا بلکہ بخاری، مسلم، ترمذی اور حدیث کی دیگر کتابوں ہی سے استدلال کروں گا، اور میری کوشش یہی ہوگی کہ اپنے موقف کی سچائی کی سند مورخین سے لینے کے بجائے محدثین سے لوں۔

اَوراق اُلٹیے اور قرآن وسُنّت کے دلائل کا مطالعہ فرمایئے۔ مطالعے کے دوران آپ واضح طور پر محسوس کریں گے کہ امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں حامیانِ یزید کی جو رائے ہے وہ قرآن وسُنّت سے متصادم ہے اور یہی احساس پیدا کرنا میرا مقصد ہے۔ اگر میں اپنی اس کوشش کے ذریعے آپ کے دل میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت ومحبّت پیدا کرنے میں کامیاب ہوگیا تو میری بخشش کے لیے یہی کافی ہوگا انشاءاللہ!

آخر میں مَیں شکریہ ادا کرنا چاہوں گا بقیۃ السّلف حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ کا جنھوں نے اس کتاب پر تبریک لکھ کر جہاں تصنیف وتالیف کے میدان میں میری حوصلہ افزائی فرمائی وہیں اس کتاب کا وزن بڑھا دیا اور محب گرامی محمد رضا صاحب کا جنھوں حوالوں کی تلاش میں میری مدد کی اور جناب شرجیل رضا صاحب کا جنھوں نے کتاب کی تزئین واشاعت فرمائی جس کی بنیاد پر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

فقیر یوسف رضا قادری

۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْن

امام حُسین رضی اللہ عنہ طیّب وطاہر

1: ''إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا'' (سورۂ احزاب ۳۳، آیت ۳۳)

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپا کی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''

اس آیتِ مبارکہ سے اہلبیت رضی اللہ عنہم کی عظمتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عنداللہ ان کا مقام ومرتبہ کیا ہے، خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اُنھیں ہر قسم کی ظاہری و باطنی ناپا کی سے پاک کرنے کا ارادہ فرمایا۔ سیاق وسباق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے نازل ہوئی ہے اور اہلبیت سے مراد ازواجِ نبی (رضی اللہ عنہن) ہیں مگر ساتھ ساتھ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور امام حَسن وامام حُسین (رضی اللہ عنہم) بھی اہلبیت میں داخل ہیں۔ قرآن کی اس آیت کی مُراد سمجھنے کے لیے صحیح مسلم وترمذی کی روایتیں رہنمائی فرما رہی ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد ان افراد کو خود اہلبیت فرما کر اللہ جل جلالہ سے جو دعا فرمائی وہ ملاحظہ فرمائیے:

حدیث 1: ''نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه و سلم {إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم

تطهيرا } في بيت أم سلمة فدعا النبي صلى الله عليه و سلم فاطمة و حسنا و حسينا فجللهم بكساء و علي خلف ظهره فجلله بكساء ثم قال اللهم هؤلاء أهل بيتي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهير''

ترجمہ:''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ''إنما يريد الله ليذهب عنكم الرجس أهل البيت ويطهركم تطهيرا'' تو آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر چادر اُڑھائی، حضرت علی آپ کے پیچھے تھے انھیں بھی چادر اُڑھائی پھر دعا کی یا اللہ! یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے گندگی کو دور کرا ور انھیں خوب پاک وصاف بنا دے۔'' (ترمذی باب المناقب)

امام مسلم نے بھی صحیح مسلم میں اس مضمون کی روایتیں بیان کی ہیں:

حدیث 2: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِى شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ - وَاللَّفْظُ لأَبِى بَكْرٍ - قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ خَرَجَ النَّبِىُّ -صلى الله عليه وسلم- غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِىٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِىٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ (إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا)

ترجمہ:''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک

دن سیاہ اُون سے بنی ہوئی نقش و نِگار والی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔
حسن بن علی آئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُنھیں اس چادر میں لے لیا، پھر حُسین آئے اور ان کے ساتھ چادر میں ہو گئے، پھر فاطمہ آئیں تو نبی اکرم ﷺ نے اُنھیں بھی چادر میں کرلیا، پھر علی آئے تو اُنھیں بھی (چادر میں) کرلیا اور پھر یہ آیت پڑھی۔
''اے اہلبیت! بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ تم سے ناپاکی کو دور کردے اور تمھیں اچھی طرح سے پاک وصاف کردے۔''

(مسلم باب الفضائل باب فضائل اهل بيت النبی)

اب تو آیت کی مراد آپ کو بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ کس طرح آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسنین کریمین (رضی اللہ عنہم) کو چادر میں لے کر فرمایا کہ اے اللہ! تو میرے اہلبیت کی تطہیر چاہتا ہے یہ ہیں میرے اہل بیت ان کی تطہیر فرما۔

اس آیت کی بنیاد پر ہر مومن کا عقیدہ امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ہونا چاہیے کہ وہ اہلبیت سے ہیں اور اللہ جل جلالہ نے انھیں ہر قسم کی ظاہری، باطنی، اخلاقی، قلبی کمزوریوں سے پاک کردیا ہے۔ حصولِ اقتدار کی خواہش بھی ایک قلبی بیماری ہے، امام حُسین رضی اللہ عنہ اس سے بھی پاک کردیئے گئے تھے۔ اس لیے اب اُن پر یہ الزام لگانا کہ وہ تخت وتاج کے لیے کوفہ گئے تھے اس آیت کے خلاف ایک بڑی جسارت ہے، اور اس طرح سے اللہ رب العزۃ کی ذات پر اعتراض کی راہ کھولی جارہی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے کیا تطہیر فرمائی؟ ایک قلبی کمزوری تو باقی تھی جس نے اُنھیں کوفہ پہنچادیا **معاذاللہ**۔ اس لیے ایک مومن کا عقیدہ امام حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ہونا چاہیے کہ مدینے سے کوفہ تک کا ان کا سفر نانا جان کی شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لیے تھا۔

امام حُسین رضی اللہ تعالٰی عنہ: مینارۂ ہدایت ہیں

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

(سورۂ شوریٰ ۴۲، آیت ۲۳)

''اے محبوب تم فرماؤ میں اس (دعوت و تبلیغ) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت''

آج بحر و بر میں اسلام کی جو بہاریں نظر آ رہی ہیں، مسجدوں کے میناروں سے **اَللّٰہُ اَکْبَر** کے جولا ہوتی نغمے گونج رہے ہیں، خدا کی وحدانیت اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے والی انسانوں کی جو بھیڑ نظر آ رہی ہے، اللہ کی نازل کردہ کتاب کی جو تلاوت ہو رہی ہے، کروڑوں انسان معبود حقیقی کے سامنے جو سجدہ ریزی کر رہے ہیں، مفسرین و محدثین کا گروہ، مبلغین و صالحین کی جماعت، علماء و فقہاء کی ٹیم امّت کی جو قیادت کر رہی ہے۔ کائنات میں یہ عظیم اور صالح انقلاب یونہی نہیں برپا ہو گیا بلکہ اس کے لیے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی قربانیاں دینی پڑی ہیں، مصائب و آلام برداشت کرنے پڑے ہیں، مکّی زندگی میں ایام مظالم گزارنے پڑے ہیں تب جا کر اسلام پھیلا ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کو **رَحْمٰن** ملا، **قُرآن** ملا، **اِیْمَان** ملا، **صِرَاطِ مُسْتَقِیم** پر گامزن ہونے کی سعادت ملی۔ اس طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں پہ جو بے مثال احسان کیا اُس کے صلے میں وہ لوگوں سے کچھ طلب نہیں کر رہے ہیں بلکہ اُن کا رب اُن سے کہہ رہا ہے کہ اے محبوب! لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اس احسان کا کوئی بدلا میں تم سے نہیں چاہتا بس اتنا کرنا کہ میرے قرابت داروں سے محبّت و مودت سے پیش آنا۔

اس سے خاندان نبوت کے افراد کی عظمتوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ تیئس (۲۳) سالہ جدو جہد کا کوئی صلہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمّت سے نہیں چاہتے، مگر صرف یہ کہ اُن کے اہلبیت اور ان کے قرابت داروں سے اُمّت ٹوٹ کر محبت کرے۔ اب اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے نتیجے میں آپ کو بھی ایمان کی دولت ملی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھرانے کے ہر فرد سے محبّت کر کے آپ قرآن کے اس مطالبے کو پورا کریں جو اس آیت میں کیا گیا ہے۔ امام حُسین رضی اللہ عنہ بھی آپ کے چہیتے نواسے ہیں اور اُن کا شمار بھی قرابت داروں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اُمت کے ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ امام حُسین رضی اللہ عنہ سے محبت و مودت کرے اُن کی تعظیم و تکریم کرے۔ یزیدی فوج اگر اس ایک آیت کو بھی سمجھ لیتی تو کربلا میں امام حُسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ سلوک نہ کرتی جو اُنھوں نے کیا۔ اس طرح سے یزیدی فوج نے اس آیت کے مطالبے کو پامال کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔

دامنِ حُسین رضی اللہ عنہ: گمراہی سے بچنے کا ذریعہ

اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کی ایک خاص فضیلت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بیان فرمائی:

حدیث3: ”حدثنا نصر بن عبد الرحمن الكوفي حدثنا زيد بن الحسن هو الأنماطي عن جعفر بن محمد عن أبيه عن جابر بن عبد الله قال : رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم في حجته يوم عرفة وهو على ناقته القصواء يخطب فسمعته يقول يا أيها الناس إني قد تركت فيكم ما إن أخذتم به لن

تضلوا كتاب الله وعترتي أهل بيتي"

ترجمہ:"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے حج کے موقع پر عرفات میں دیکھا کہ اپنی قصواء اونٹنی پر خطبہ دے رہے تھے میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سُنا اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر اُنھیں پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی اہلبیت ہیں۔"

(ترمذی باب المناقب۔ صحیح مسلم)

اور امام ترمذی اس مضمون کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

حدیث4: " قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إني تارك فيكم ما إن تمسكتم به لن تضلوا بعدي أحدهما أعظم من الآخر كتاب الله حبل ممدود من السماء إلى الأرض وعترتي أهل بيتي ولن يتفرقا حتى يردا علي الحوض فانظروا كيف تخلفوني فيهما"

ترجمہ:"حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے اور میری عترت یعنی اہلبیت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آئیں گی۔ پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔"

(ترمذی باب المناقب)

ان دونوں روایتوں سے امّت کے درمیان امام حُسین رضی اللہ عنہ کی حیثیت کیا ہے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اہلبیت رضی اللہ عنہم کی تطہیر فرما کر اُنھیں ایسا منصب عطا فرما دیا کہ اب گمراہی سے بچنے کے لیے اُن کا دامن تھامے بغیر اُمت کے لیے کوئی چارہ نہیں ہے۔ ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن ہونا چاہیے اور دوسرے ہاتھ میں اہلبیت رضی اللہ عنہم کا دامن، پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں گمراہ نہیں کر سکے گی۔ اسی لیے ہم نے دامنِ حُسین رضی اللہ عنہ تھام لیا ہے اور جنھیں یہ سعادت نہ مل سکی ان کی گمراہیوں کا حال یہ ہے کہ وہ یزید جیسے شخص کی تعریف وتوصیف میں لگ گئے۔

اور حدیثِ پاک کے یہ الفاظ ''پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔'' پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یزیدیوں کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ اگر میرا اور میرے دین کا پاس ولحاظ تم میں ہے تو حُسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ بُرا سلوک نہ کرنا، مگر یزیدیوں کو یہ حدیث نہ اُس دور میں سمجھ میں آئی نہ اِس دور میں، اور دامنِ حُسین رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ہر دو زمانے کے حامیانِ یزید گمراہ ہو گئے۔

امام حُسین رضی اللہ عنہ: جنّتی اور جنّتیوں کے سردار ہیں

حدیث5: ''حدثنا محمود بن غيلان حدثنا أبو داود الحفري عن سفيان عن يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي نعم عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم الحسن و الحسين سيدا شباب أهل الجنة''

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''حسن اور حُسین دونوں جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔''

(ترمذی، باب المناقب۔ سنن ابن ماجہ۔ مسند احمد)

(صحیح ابن حبان۔ سنن الکبریٰ۔ المعجم الکبیر)

اس حدیث کو بہت سارے محدثین نے روایت کیا ہے۔اس حدیث کے ہوتے ہوئے کیا امام حُسین رضی اللہ عنہ کے جنّتی ہونے میں شک کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ نہ صرف جنّتی بلکہ جنّت میں سب کے سردار ہوں گے۔ نام لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جنّتی فرمایا مگر یار لوگوں نے اُنھیں باغی اور امام برحق کے خلاف خروج کرنے والا قرار دے کر اُن کے اس عظیم منصب پر ضرب لگانے کی کوشش کی ہے۔ اپنے آپ کو اہلحدیث کہنے والے کو تو اس حدیث کی بنیاد پر اپنا عقیدہ بنالینا چاہیے کہ امام حُسین رضی اللہ عنہ جنّتی ہیں مگر ان کا حال یہ ہے کہ وہ یزید کو جنّتی ثابت کرنے میں لگے ہیں۔ جس طرح سے امام حُسین رضی اللہ عنہ کا نام لے کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حُسین رضی اللہ عنہ کو جنّتی اور جنّتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا اُسی طرح کیا یزید کو بھی نام لے کر کسی حدیث میں جنّتی قرار دیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بخاری کی جس حدیث کی بنیاد پر حامیانِ یزید اسے جنّتی ثابت کر رہے ہیں اس میں تو ایک عمل بیان کیا گیا ہے کہ جو اُس عمل میں شامل ہوگا وہ مغفور ہوگا اور یہ بات بھی یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ یزید پہلے لشکر میں شامل ہو کر وہ عمل کیا بھی یا نہیں۔ اس بات کو میں کتاب کے آخر میں تفصیل سے بیان کروں گا۔ مگر حیرت یہ ہے کہ جس ذات کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر جنّتی فرمایا اُسے تو یہ باغی، خروج کرنے والا، اقتدار کا حریص **معاذاللہ** نہ جانے کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ ارے حدیث کے مطابق حَسن و حُسین رضی اللہ عنہما جنّتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنّتی عورتوں کی سردار ہیں۔ جسے اللہ جل جلالہ نے جنّت کی دائمی سلطنت عطا فرمائی ہو بھلا دنیا کی سلطنت کی اس کی نگاہ میں کیا

وقعت ہوگی۔ اُن کے نانا جان کے فرامین سُن کر کتنے صاحبِ سلطنت نے سلطنت کو ٹھوکر مار کر فقیری اختیار کر لی۔ اب اُنہی کے بیٹے حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سلطنت واقتدار کی خاطر عراق گئے تھے انتہائی کم فہمی اور صریح بدبختی ہے۔

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱ امامِ حُسین رضی اللہ عنہ بالیقین جنّتی ہیں بلکہ جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۲ جو جنّت میں ہمارا سردار ہوگا وہ دنیا میں بھی ہمارا سردار ہوگا۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی نااہل کو سرداری کا منصب نہیں دیا جاسکتا۔

۳ کربلا میں ان کی شہادت اعلاء **کلمة الحق** اور دین وشریعت کے تحفّظ کی خاطر ہوئی۔ اگر **معاذاللہ** وہ باغی اور امام برحق کے خلاف خروج کرتے ہوئے مارے جاتے تو اُنھیں جنّت کیسے ملتی؟

۴ اگر کوئی یہ کہے کہ جنّتی ہونے کی بشارت تو پہلے دی گئی تھی بعد میں اُن سے خطا ہوئی، اس لیے جنّت کا استحقاق ختم ہوگیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کی عطا سے غیب داں ہیں، اُنھیں سب کچھ معلوم تھا 61ھ ہجری میں کیا ہونے والا ہے۔ مگر ہاں! حامیانِ یزید علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قائل نہیں ہیں اللہ جل جلالہ کے علمِ غیب کے تو قائل ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر اپنے بیٹے حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کو سردارِ جنّت بنا رہے تھے تو اللہ کو وحی نازل کر کے اس اَمر سے روک دینا چاہیے تھا کہ اے نبی! اپنے بیٹے حُسین رضی اللہ عنہ کو وہ منصب نہ دیجیے اس لیے کہ ان کا خاتمہ بُرا ہوگا **معاذاللہ**۔ جیسا کہ کئی امور میں وحی نازل ہوئی ہے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ممانعت سے قبل ایک منافق کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو وحی نازل کر کے منع کر دیا گیا کہ آپ ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور ان کے لیے مغفرت کی دعا نہ فرمائیں۔ لیکن کیا حامیانِ یزید کسی حدیث سے

یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو سردار کہنے سے اللہ جل جلالہ نے منع کیا۔

۵ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع ہم پر واجب ہے اور امام حُسین رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں اہل تشیع بہت سارے صحابہ پر تبرّا کرتے ہیں اور اہلِ حدیث صحابی رسول حضرت حُسین رضی اللہ عنہ پر تبرّا کرتے ہیں۔ لہٰذا اہل تشیع اور اہلِ حدیث دونوں کی تبرّا بازی پر صحابہ کا دفاع ہم پر واجب ہے۔

محبّتِ حُسین رضی اللہ عنہ: خدا کا محبوب بناتی ہے

حدیث 6: ’’فخرج النبي صلى الله عليه و سلم وهو مشتمل على شيء لا أدري ما هو فلما فرغت من حاجتي قلت ما هذا الذي أنت مشتمل عليه ؟ قال فكشفه فإذا حسن و حسين على وركيه فقال هذان ابناي وابنا ابنتي اللهم إني أحبهما فأحبهما وأحب من يحبهما‘‘

ترجمہ: ’’حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات حاجت سے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے آپ نے کوئی چیز لپیٹی ہوئی تھی اور مجھے نہیں معلوم کیا تھی جب میں اپنی حاجت سے فارغ ہو گیا تو عرض گزار ہوا 'یہ کیا چیز آپ نے اپنے اوپر لپٹی ہوئی ہے؟' آپ نے اسے کھولا تو آپ کی دونوں رانوں پر حَسن اور حُسین (رضی اللہ عنہما) تھے۔ فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں اِن دونوں سے محبّت کرتا ہوں پس تو اِن سے محبّت فرما اور جو اِن دونوں سے محبت کرے تو ان سے بھی محبت فرما۔‘‘

(مشکوٰۃ ص ۵۷۔ ترمذی باب المناقب)

امام ترمذی کے علاوہ بھی دیگر محدثین نے اسے روایت کیا ہے بخاری ومسلم میں بھی ''إني أحبهما فأحبهما وأحب من يحبهما'' کے الفاظ موجود ہیں اس سے بھی عظمتِ حُسین رضی اللہ عنہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مدارِ ایمان ہے جیسا کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث ہے:

''لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین''

(مشکوٰۃ ص ۱۲، کتاب الایمان بحوالہ بخاری ومسلم)

''یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میری محبت تمہارے دل میں باپ سے، زیادہ بیٹے سے زیادہ اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہوجائے۔''

مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال یہ ہے کہ وہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت فرمارہے ہیں اور خود محبت کرنے پر اکتفا نہیں فرمارہے ہیں بلکہ اللہ جل جلالہ سے عرض کررہے ہیں کہ تو بھی حسنین (رضی اللہ عنہما) سے محبت فرما اور پھر پوری امّت کو حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت کی ترغیب کتنے پیارے انداز میں دی کہ اللہ جل جلالہ سے یہ عرض کررہے ہیں کہ میری اُمت کا جو فرد حسنین (رضی اللہ عنہما) سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت فرما۔

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے بے پناہ محبت فرماتے ہیں۔

۲۔ اللہ بھی حسنین رضی اللہ عنہما سے محبت فرماتا ہے اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے التجا فرمائی تھی اے اللہ تو بھی ان سے محبت فرما۔

۳۔ ہر اُمّتی کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا ضروری و

لازمی ہے، اس کے نتیجے میں اللہ ہم سے محبت فرمائے گا۔

۴ امام حُسین رضی اللہ عنہ سے تو محبت کا حکم ہمیں دیا گیا ہے کیا کسی حدیث میں یزید سے بھی محبت کا حکم دیا گیا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

۵ محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جو محبوب کا دشمن ہو مُحب بھی اُسے اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ اللہ جل جلالہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُمت کے محبوب امام حُسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو اگر خلافت کے لائق نہ سمجھتے ہوئے اُسے ریجیکٹ کر دیا تھا تو آج ہمارا بھی موقف یہی ہونا چاہیے کہ یزید خلافت کے لائق نہیں تھا۔ 61 ہجری میں جو فیصلہ محبوب کا، 1436 ہجری میں وہی فیصلہ مُحبّین کا۔

۶ حدیث میں تو حکم دیا گیا ہے حُسین سے محبت کا، مگر اپنے آپ کو اہلِحدیث کہنے والے محبت کر رہے ہیں دشمنِ حُسین سے۔ کیا اب بھی اپنے آپ کے لئے اہلحدیث کہنے کا جواز باقی رہ جاتا ہے؟

اے اللہ! تو گواہ رہنا ہم حُسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

گل مصطفیٰ ہیں میرے حسین رضی اللہ عنہ

حسین رضی اللہ عنہ پھول ہیں ان کے ساتھ پھول جیسا ہی سلوک ضروری ہے۔

امام بخاری نے روایت فرمائی ہے:

حدیث7: ”أن رجلا من أهل العراق سأل ابن عمر عن دم البعوض يصيب الثوب فقال ابن عمر انظروا إلى هذا يسأل عن دم البعوض وقد قتلوا ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن الحسن و

الحسين هما ريحانتاي من الدنيا۔"

ترجمہ: "عبدالرحمٰن بن نعیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سُنا کہ ایک آدمی نے ان سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھا، کہ اگر وہ کپڑے میں لگ جائے تو کیا کیا جائے؟ فرمایا کہ: یہ عراق والے مجھ سے مچھر مارنے کے متعلق پوچھتے ہیں حالاں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے کو شہید کر دیا تھا حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔"

(صحیح بخاری، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث نمبر ۳۷۵۳)

(ترمذی، مسند ابی یعلیٰ، مسند طیالسی، معرفۃ الصحابہ)

جس ملک میں امام حُسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی فوج نے شہید کیا تھا اسی ملک عراق کے ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھ لیا کہ کپڑے میں مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ اس عراقی نے ایک شرعی مسئلہ پوچھا تھا تو سیدھے سیدھے اس کا جواب دے دینا چاہیے تھا مگر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس عراقی پر سخت طنز کرتے ہوئے فرمایا کہ تم مچھر مارنے کا حکم دریافت کرتے ہو؟ تم عراقیوں نے تو نواسۂ رسول کو قتل کر دیا، یہ کہہ کر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی سخت ناراضگی ظاہر فرمائی اگر عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نظریہ وہی ہوتا جو آج کے حامیانِ یزید کا ہے تو کسی عراقی کو دیکھ کر وہ خوش ہو جاتے اور فرماتے تم عراقیوں نے امیر المومنین یزید سے بغاوت کرنے والے حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر کے بہت اچھا کیا اور پھر اُسے مسئلہ بھی بتا دیتے۔ لیکن روایت کے الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عراقی کے منہ سے مچھر مارنے کا مسئلہ سُن کر سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سخت ناراض ہو گئے اور پھر اس موقع پر عظمتِ حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے

کہ: ''إن الحسن و الحسين هما ريحانتاي من الدنيا'' بے شک حَسن و حُسین (رضی اللہ عنہما) دنیا کے میرے دو پھول ہیں تم نے گل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عراق میں مَسل کے رکھ دیا اور ناراضگی کی کیفیت ایسی ہوئی کہ جو مسئلہ پوچھا گیا تھا وہ بتایا گیا ہو، روایت کے الفاظ سے اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر آج ہماری بھی وہی کیفیت ہے جو صحابی رسول حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تھی **الحمد لله**۔

اس روایت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱ حسن و حُسین رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو پھول ہیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ حسنین رضی اللہ عنہما کو پھول سمجھے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرے جو پھول کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۲ پھول سے انسان پیار کرتا ہے، محبت کرتا ہے، نرمی کے ساتھ ہاتھوں میں لیتا ہے۔ مگر یزید کی فوج نے اس حدیث کا کوئی پاس ولحاظ نہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھول کو مٹا کے رکھ دیا۔

۳ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین رضی اللہ عنہما کو پھول کیوں فرمایا، جب میں نے اس پر غور کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ نگاہِ نبوت دیکھ رہی تھی کہ کس طرح 61ھ ہجری میں میری اُمت کے افراد (یزیدی فوج) میرے بیٹے حسین رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے قتل کریں گے۔ اس لیے اس حدیث کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزیدیوں کو یہ پیغام دیا کہ اگر تمھیں میرا ذرا بھی خیال ہو تو میرے پھول حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظالمانہ سلوک نہ کرنا، بلکہ پھول کے ساتھ پھول جیسا ہی سلوک کرنا۔

۴ حسنین رضی اللہ عنہما کو یوں ہی پھول نہیں فرما دیا گیا بلکہ اللہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کو واقعی پھول جیسی صفت سے نوازا تھا اس بات کا اندازہ ترمذی کی اس روایت سے ہوتا ہے:

''سئل رسول الله صلى الله عليه و سلم أي أهل بيتك أحب

إليك؟ قال الحسن و الحسين و كان يقول لفاطمة ادعي ابني فيشمهما و يضمهما إليه"

ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اپنے اہل بیت سے آپ کو سب سے پیارا کون ہے؟ فرمایا کہ: حَسن اور حُسین (رضی اللہ عنہما)! آپ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کرتے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ، پس دونوں کو سونگھا کرتے اور انھیں اپنے ساتھ لپٹا لیا کرتے۔"

(ترمذی باب المناقب)

"فیشمهما و یضمهما" ان دونوں کو سونگھا کرتے اور اپنے سے لپٹا لیا کرتے محبت کے جذبات سے سرشار ہو کر کسی کو چوم لینا اور اپنے سے لپٹا لینا یہ تو انسان کی فطرت ہے مگر کسی کو سونگھنا یہ بات قرین قیاس نہیں ہے، مگر حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اللہ نے دیگر اوصاف وکمالات کے ساتھ ساتھ ایک اور ممتاز صفت سے نوازا تھا کہ ان کے جسم پاک سے خوشبو آتی تھی۔ جیسے ان کے نانا جان سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے کی خاصیت حدیثوں میں بیان کی گئی ہے، ورنہ بتایا جائے حسنین رضی اللہ عنہما کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونگھا کیوں کرتے تھے۔

حُسین مجھ سے ہیں اور میں حُسین سے ہوں

امام بخاری نے اپنی کتاب الادب المفرد میں اور دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ روایت نقل فرمائی ہے:

حدیث 8: "قال رسول الله صلى الله عليه و سلم حسين مني

وأنا من حسين أحب الله من أحب حسينا حسين سبط من الأسباط''

ترجمہ: ''حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حُسین مجھ سے ہے اور میں حُسین سے ہوں اللہ اس سے محبت کرے جو حُسین سے محبّت کرتا ہے۔ حُسین اسباط میں سے ایک سبط ہے۔''

(ترمذی باب المناقب، سنن ابن ماجہ، مسند احمد، الادب المفرد، المستدرک للحاکم، المعجم الکبیر، صحیح ابن حبان، مصنف ابن ابی شیبہ، معرفۃالصحابہ، التہذیب التہذیب۔)

''حسین مجھ سے ہے اور میں حُسین سے ہوں'' یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حُسین رضی اللہ عنہ سے انتہائی محبت وقربت کا اظہار فرمایا ہے اور حُسین رضی اللہ عنہ کا خون نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون ہے، حُسین رضی اللہ عنہ کی عزت وحرمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وحرمت ہے، جس نے حسین رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچائی، جس نے حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی۔

اس روایت میں دوسری اہم بات اُمّت کے لیے یہ بیان کی گئی ہے کہ ''جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا'' اسی بنیاد پر امّت کے سعید بخت لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ کے محبوب بن جائیں مگر ایک خارجی صفت گروہ ایسا بھی ہے جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کے بجائے عداوت کررہا ہے، اسی عداوت کا نتیجہ ہے کہ وہ یزید کو امیر المومنین اور رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہا ہے۔ ایسے افراد کے لیے اس حدیث میں پیغام ہے کہ وہ کبھی عنداللہ محبوب نہیں ہوسکتے۔ نیز اس حدیث کے ذریعے بھی قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو یہ خاموش پیغام دیا گیا تھا کہ حسین پر تلوار نہ اُٹھانا یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار اُٹھانے کے مترادف ہوگا۔

حَسنین ! تمھاری عظمتوں کو سلام

محدثین نے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور حسنین رضی اللہ عنہما آ گئے پھر کیا ہوا ملاحظہ فرمایئے:

حدیث 9: ''کان رسول الله صلى الله عليه و سلم يخطبنا إذ جاء الحسن و الحسين عليهما قميصان أحمران يمشيان ويعثران فنزل رسول الله صلى الله عليه و سلم من المنبر فحملهما و وضعهما بين يديه ثم قال صدق الله {إنما أموالكم وأولادكم فتنة} نظرت إلى هذين الصبيين يمشيان ويعثران فلم أصبر حتى قطعت حديثي ورفعتهما''

ترجمہ: ''حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ حسن اور حُسین (رضی اللہ عنہما) آ گئے ان کے اوپر سرخ قمیص تھی وہ گرتے پڑتے چلے آ رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُترے دونوں کو اُٹھایا اور اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔ میں نے ان دونوں بچوں کی طرف دیکھا کہ گرتے پڑتے آ رہے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا اور اپنی بات توڑ کر ان دونوں کو اُٹھالیا۔''

(مشکوٰۃ ص ۵۷۱، ترمذی باب المناقب، ابوداؤد، نسائی)

دیکھ رہے ہیں آپ ! کس طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین رضی اللہ عنہما کی ناز برداری

کررہے ہیں؟ تمام انبیا و مرسلین کے امام (علیہم السلام) منبر پر جلوہ گر ہو کر خطاب فرما رہے ہیں مگر جیسے ہی حسن و حسین رضی اللہ عنہما جو ننھے بچے تھے مسجد نبوی میں آ گئے تو انھیں دیکھ کر فرطِ محبت سے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ ترک کر کے منبر سے نیچے تشریف لے آئے، دونوں کو اُٹھایا اور اپنے پاس بٹھایا اور پھر خطبہ جاری فرما دیا۔ اس عمل کے ذریعے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنین رضی اللہ عنہما سے اپنی محبت کا اظہار فرمانا چاہتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ میرے نزدیک ان دونوں بچوں کا مقام کیا ہے۔ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تھا ان کے لیے کیا یہ ممکن تھا کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ پر تلوار اُٹھاتے؟ ہرگز نہیں۔ خطبے کے دوران رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کیا اسے دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں حسنین رضی اللہ عنہما کی جو عظمت پیدا ہوئی ہوگی اس کا اندازہ آج بھی ہم لگا سکتے ہیں، لیکن افسوس! حسنین رضی اللہ عنہما کی شان میں آج لوگ گستاخانہ الفاظ کہہ کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں دراصل ان کے دل محبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہیں ورنہ محبت فوراً فیصلہ کر دیتی کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب ہے وہ ہمارا بھی محبوب ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ: آئینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

حدیث کی مشہور کتاب ترمذی میں روایت موجود ہے:

حدیث 10: ”الحسن أشبه برسول الله صلى الله عليه و سلم ما بين الصدر إلى الرأس و الحسين أشبه بالنبي صلى الله عليه و سلم ما كان أسفل من ذلك“

ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حَسن سینے سے سر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں اور حُسین اس سے نیچے نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔''

(ترمذی باب المناقب)

اُمت کے دل میں حسنین کی محبت پیدا کرنے کا یہ انتظام تو قدرت کی طرف سے کر دیا گیا ہے۔ اپنے نبی کو مرکزِ محبت بنا دیا، پھر حسنین کو اُن کے مشابہ بنا دیا، انسان کی یہ فطرت ہے کہ اُسے جس سے محبت ہو جائے اس کی ہر چیز سے وہ محبت کرنے لگتا ہے۔ اگر اُسے کوئی ایسا فرد نظر آ جائے جو محبوب سے مشابہ ہو تو اس سے بھی وہ محبت کرنے لگتا ہے اور اس کی زیارت بھی اُسے وہی مزہ دیتی ہے جو محبوب کی محبت دیتی ہے۔

اگر یزید اور اس کی فوج کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہوتی تو وہ بھی اسی کیفیت سے دو چار ہوتے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہت رکھنے والی ذات کو دیکھ کر مخالفت وعداوت کے سارے جذبات سرد پڑ جاتے اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ اس ذات پر ہم کیسے تلوار اُٹھائیں جو آئینۂ مصطفیٰ ہے۔ محبوب اگر دنیا میں نہیں رہے تو ان سے مشابہت رکھنے والی ذات کو تو باقی رکھا جائے اور پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کی صرف یہی ایک عظمت نہیں ہے درجنوں اوصاف وکمالات اُن کے حدیثوں میں بیان کیے گئے ہیں۔ کاش! ان روایتوں کو پڑھ کر لوگ عظمتِ حسین کے قائل ہو جائیں تو آج بھی دنیا حامیانِ یزید سے پاک ہو سکتی ہے۔

امام حُسین رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ

شہادتِ حسین کے بعد یزید کی فوج نے حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ کر عبید اللہ ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا، پھر کیا ہوا امام بخاری سے سُنیے :

حدیث 11: أُتِيَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ - فَجُعِلَ فِي طَسْتٍ فَجَعَلَ يَنْكُتُ وَقَالَ فِي حُسْنِهِ شَيْئًا فَقَالَ أَنَسٌ كَانَ أَشْبَهَهُمْ بِرَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم ، وَكَانَ مَخْضُوبًا بِالْوَسْمَةِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حُسین رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک لایا گیا تو طشت میں رکھا گیا وہ چھیڑنے لگا اور آپ کے حُسن پر نکتہ چینی کی، اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے ہیں اور سر مبارک میں خضاب لگا ہوا تھا۔

(صحیح بخاری، بَابٌ مَنَاقِبُ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا)

صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ کا خیال اگر وہی ہوتا جو یزید اور اس کی فوج کا تھا (اور آج کے نام نہاد اہلحدیث وحامیانِ یزید کا) تو امام حسین رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر دیکھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کیفیت وہ نہ ہوتی جو ہوئی۔ وہ بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے سر کو حقارت سے دیکھتے اور کہتے اچھا ہوا انھیں قتل کر دیا گیا، انھوں نے امیر المومنین یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ نہیں نہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس وقت کوئی منفی تبصرہ نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ حسین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے تھے۔ اس موقع پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر شہادت حسین پر اپنے قلبی حزن کا اظہار فرمایا کہ افسوس! جو ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتی تھی اور بے شمار فضیلتوں کی حامل تھی اسے بھی اہل کوفہ نے نہیں چھوڑا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں

امام بخاری روایت نقل فرماتے ہیں:

حدیث 12: قَالَ أَبُو بَكْرٍ ارْقُبُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فِي أَهْلِ بَيْتِهِ۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی آپ کے اہلبیت کی محبت میں ہے۔

(صحیح بخاری)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے مقرب اور مزاج آشنا ساتھی تھے انھوں نے بھی دنیا کو بتادیا کہ آلِ محمد کی محبت میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاو خوشنودی ہے۔ اب جو لوگ عداوت کرتے ہیں انھیں اندازہ ہوجانا چاہیے کہ وہ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کررہے ہیں یا غضب کے مستحق ہورہے ہیں۔

شہادت حُسین رضی اللہ عنہ کی شہرت

کربلا کے جس سانحہ کو لے کر آج لوگ امام حُسین رضی اللہ عنہ کی شان میں چہ می گوئیاں کررہے ہیں اس کی اطلاع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تھی۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منجانب اللہ اس دردناک سانحہ کی اطلاع بھی دے دی گئی تھی اور اس پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو کیفیت ہوئی حدیث کے الفاظ کے ذریعے اسے ملاحظہ فرمائیے۔

امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور امام حاکم نے المستدرک میں اور امام بیہقی نے

دلائل النبوۃ میں یوں نقل فرمایا ہے کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے جب بیدار ہوئے تو آپ کی کیفیت عجیب وغریب تھی اور آپ کے ہاتھوں میں لال رنگ کی مٹی تھی پھر کیا ہوا حضرت ام سلمہ یوں بیان کرتی ہیں:

حدیث 13: فَقُلْتُ : مَا هَذِهِ التُّرْبَةُ يَا رَسُولَ اللهِ ؟ فَقَالَ : " أَخْبَرَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلامُ أَنَّ هَذَا يُقْتَلُ بِأَرْضِ الْعِرَاقِ ، لِلْحُسَيْنِ ، فَقُلْتُ لِجِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلامُ : أَرِنِي تُرْبَةَ الأَرْضِ الَّتِي يُقْتَلُ بِهَا ، فَهَذِهِ تُرْبَتُهَا۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مٹی کیسی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے خبر دی کہ حُسین کو عراق کی سرزمین پر شہید کردیا جائے گا تو میں نے جبرئیل سے کہا مجھے مقتل کی مٹی دکھاؤ پس یہ وہ مٹی ہے۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:۳، ص:۱۸۴۔المستدرک للحاکم، جلد:۴، ص:۴۴۰۔دلائل البنوۃ للبیھقی، جلد:۶، ص:۴۶۸)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جبرئیل امین نے شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی اطلاع دے دی تھی کہ آپ کی اُمت آپ کے اس محبوب بیٹے کو شہید کردے گی۔اس کے باوجود زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین سے بے پناہ محبت کی، ناز برداری کی اللہ جل جلالہ سے عرض کی کہ اے اللہ تو بھی حسین سے محبت فرما، پھر پوری اُمت کو حسین سے محبت کی ترغیب دی اور فرمایا کہ اگر تم حسین سے محبت کرو گے تو اللہ جل جلالہ تم سے محبت فرمائے گا۔حسین کی محبت تمھیں خدا کا محبوب بنادے گی۔

شہادت گاہِ حسین رضی اللہ عنہ کی مٹی

یہی حضرت ام سلمہ ہیں روایت کرتی ہیں کہ جبرئیل امین نے جو مٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی اُسے دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت روئے، اسے سونگھا اور ''ویح کرب و بلا'' جیسے درد بھرے الفاظ ادا فرمائے۔اور پھر وہ مٹی حضرت ام سلمہ کو عطا فرمائی اور فرمایا:

حدیث 14: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أُمَّ سَلَمَةَ إِذَا تَحَوَّلَتْ هَذِهِ التُّرْبَةُ دَمًا فَاعْلَمِي أَنَّ ابْنِي قَدْ قُتِلَ۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے تو جان لینا کہ میرا بیٹا قتل کر دیا گیا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:۳، ص:۱۸۰)

(مجمع الزوائد للهیثمی، جلد:۹، ص:۱۲۱۔تهذیب التهذیب لابن حجر، جلد:۲، ص:۳۰۱۔تهذیب الکمال للمزی، جلد:۶، ص:۴۰۷)

اس روایت کو دیگر محدثین کے علاوہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں بیان فرمایا ہے۔واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی سلفی فرقے کے نزدیک بھی بہت معتبر اور مستند ہیں۔

دیگر ازواج مطہرات کو نہ دیتے ہوئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کو وہ مٹی آپ نے کیوں دی؟ اس لیے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ واقعہ کربلا تک یہی بقید حیات رہیں گی اور ہوا بھی وہی۔10 رمحرم الحرام 61 رہجری کو انھوں نے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی غمزدہ دیکھا اس کی تفصیل میں بعد میں بیان کروں گا۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی امام حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے، امام برحق

کے خلاف خروج کرنے والے تھے اور حق پر نہ تھے جیسا کہ حامیان یزید کا الزام ہے تو اس واقعہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کے بجائے نفرت شروع کر دینا چاہیے تھا کہ میرا نواسہ ہو کر بھی حسین کو خاتمہ بالخیر کی سعادت نصیب نہیں ہو گی **معاذاللہ ثم معاذاللہ**۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو الفت و محبت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے اس کا اندازہ گذشتہ اوراق کی حدیثوں سے آپ کو ہو گیا ہو گا۔ اس بے انتہا محبت کی جو وجہ سمجھ میں آتی ہے اُسے ایک مثال کے ذریعے میں آپ کو سمجھانا چاہوں گا۔

فرض کیجیے کہ اگر ایک شخص کا بیٹا بیمار ہو جائے اب اُسے لے کر وہ ڈاکٹر کے پاس جائے، ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد خون اور دیگر ٹیسٹ کے لیے کہا سب کرانے کے بعد یہ دردناک رپورٹ آئی کہ بچے کو کینسر جیسی مہلک بیماری ہو گئی ہے۔ (اللہ ہم سب کو اس بیماری سے محفوظ رکھے، واسطہ حسنین کا) جیسے ہی باپ کو اپنے بیٹے کے بارے میں پہلی مرتبہ معلوم ہو گا اس کے دل پہ گویا بجلی گرے گی۔ یہ خبر سُن کر وہ صدمے سے انتہائی غمزدہ ہو جائے گا اس کے بعد اس باپ کی اپنے بیٹے کے ساتھ محبت الفت اور شفقتوں کا کیا عالم ہو گا اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں۔ اسے پتہ ہے کہ میرا بیٹا دو تین سالوں میں دنیا سے چلا جائے گا اب اس عرصے میں اس کا جو سلوک اپنے بیٹے سے ہو گا اسے سمجھا جا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب شہادت حسین کی خبر دی گئی تو آپ صدمے سے گریہ وزاری فرمانے لگے اور پھر زندگی بھر امام حسین کی ناز برداری کی ان کا خیال رکھا، روز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاتے اور انھیں پیار کرتے، سجدے میں ہوں اور حسنین رضی اللہ عنہما پیٹھ پر بیٹھ جائیں تو سجدے سے اُٹھ کر انھیں گراتے نہیں دیتے بلکہ سجدہ اس وقت تک کے لیے طویل کر دیتے جب تک حسنین رضی اللہ عنہ پیٹھ سے اتر نہ جائیں۔ دونوں کو چومتے، سونگھتے، ایک روایت کے مطابق ان کی زبان چوستے، اپنے دوش مبارک پر سوار کرتے، خود محبت کی اللہ جل جلالہ سے محبت کی التجا کی، امت کو محبت کی

ترغیب دی۔

دنیا بھر میں حامیان یزید (چاہے ان کا تعلق دیو بندی فرقے سے ہو یا غیر مقلد فرقے سے ہو) سے میں کہنا چاہوں گا کہ اپنی آخرت خراب نہ کریں اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کی وہ حیثیت ہوتی جو آپ لوگوں نے بنا رکھی ہے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی بھر وہ سلوک نہ کرتے جو کرتے رہے۔ انھوں نے ہی دنیا کو درس دیا ہے **"الحب فی اللّٰہ و البغض فی اللّٰہ"** کسی سے محبت اللہ کے لیے ہونی چاہیے اور عداوت بھی اللہ کے لیے ہونی چاہیے۔ اگر امام حسین مستقبل میں **معاذاللّٰہ** بھٹک جانے والے تھے، خروج کر کے قرآنی سزا کے مستحق ہونے والے تھے تو ایسی صورت میں جیسے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کی موت کی اطلاع رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی اسی وقت سے انھیں امام حسین رضی اللہ عنہ سے تعلق توڑ لینا چاہیے تھا مگر زندگی بھر امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کا سلوک اور اس کے بعد حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اور بے شمار صحابہ رضی اللہ عنہم کا سلوک اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ سب کا اعتقاد یہی تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت حق کے لیے ہوئی۔

ایک نکتہ یہ بھی میں یہاں بیان کرنا چاہوں گا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص صحابہ کے لشکر میں شامل ہو کر بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کی شجاعت و بہادری کی تعریف کی مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنمی ہے صحابہ کو قبل از انجام بات سمجھ میں نہ آئی مگر کچھ ہی دیر میں صحابہ نے دیکھا کہ وہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا اور درد و کرب کی تاب نہ لا کر اپنے ہی خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ اس طرح سے شہادت کے بجائے خود کشی کی موت دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ میں آ گیا کہ آپ نے کیوں فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے۔ اس سے یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ نگاہِ نبوت کسی کے انجام کو دیکھ لینے کی بھی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے۔ جبرئیل امین کے ذریعے شہادت کی

اطلاع تو مل چکی تھی اگر معاذاللہ انجام بد ہونے والا تھا تو وہ بھی نگاہ نبوت سے پوشیدہ نہیں ہوتا اور اس کی اطلاع بھی امت کو دے دی جاتی۔ مگر حامیان یزید کیا اپنے موقف کے ثبوت میں ایک حدیث بھی حدیث کے ذخیروں میں دکھا سکتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بُرے خاتمے کی کوئی پیشن گوئی فرمائی ہو۔

یہ ساری باتیں جو میں نے بیان کی ابن اثیر، ابن کثیر، ابن جریر کی کتابوں کے اقتباسات نہیں ہیں جسے ابو مخنف نے خراب کر دیا ہو بلکہ اس ذات گرامی کا فرمان ہے جن پر ایمان لائے بغیر کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا اور جسے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں محفوظ کر لیا ہے اور پھر یزید کی وکالت کے لیے بھی تو مواد آپ لوگ انہی (ابن اثیر، ابن کثیر، ابن جریر) کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں کہ یزید نے ایسا نہیں کیا ویسا نہیں کیا۔ میں نے اسی لیے کہا کہ آپ لوگ اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں اس موضوع پر آ کر 'اہل تاریخ' کیوں بن جاتے ہیں؟ آخر یزید کی صفائی اور اس کی پرہیز گاری ثابت کرنے کے لیے آپ کے پاس قرآن و حدیث سے کیا دلائل ہیں؟ قرآن و حدیث کی بنیاد پر جو مومنوں کا امیر ہے اُسے چھوڑ کر اُسے امیر بنا بیٹھے جس کے فسق و فجور پر مورخین کا اتفاق ہے ہر سال ماہ محرم میں آپ کی تقریریں اور آپ کی طرف سے شائع ہونے والے کتابچے اُمّت کو اس گمراہی میں مبتلا کرنے کے لیے چھاپے جاتے ہیں کہ یزید امیر المومنین تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ باغی و خاطی معاذاللہ۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے قراری

حامیان یزید کے لیے ہدایت کے دروازے اب بھی نہ کھلے ہوں تو میں ایک اور روایت بیان کرنا چاہوں گا جس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ عنداللہ امام حُسین رضی اللہ عنہ

ہی حق پر ہیں۔شہادت کے بعد خاص میدان کربلا میں جو کچھ ہوا وہ حدیثوں کا حصہ کیسے بنا ملاحظہ فرمائیے:

حديث 15: قال حدثني سلمى قالت: دخلت على أم سلمة وهي تبكي فقلت ما يبكيك؟ قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم تعني في المنام وعلى رأسه ولحيته التراب فقلت مالك يا رسول الله قال شهدت قتل الحسين آنفا۔

ترجمہ: حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ رو رہی تھیں۔عرض گزار ہوئی کہ آپ کیوں روتی ہیں؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سرِ اقدس اور داڑھی مبارک گرد آلودہ ہے،عرض گزار ہوئی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ تو فرمایا کہ میں ابھی حُسین کی شہادت گاہ میں گیا تھا۔

(ترمذی باب المناقب)

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔واقعہ کربلا تک وہ بقید حیات تھیں تو یہ حقیقت اُن کے ذریعے ہم تک پہنچ گئیں ورنہ عالم بالا میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ پر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے قراری ہم پر پوشیدہ رہتی۔

میدان کربلا میں اضطراب و پریشانی کے عالم میں دن گزارنے سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو کیفیت ہوئی ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسے خواب میں دیکھا اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر نہ تھے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان کربلا میں کس لیے تشریف لے آئے۔حدیث کے اس نکتے پر حامیان یزید غور کریں تو شاید ہدایت کے لیے دلوں کے دریچے کھل جائیں۔

شہداء کا خون: بوتل میں

ایک خواب تو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا جو حدیث کی کتابوں کا حصّہ بنا اور دوسرا خواب 10 محرم 61 ہجری یعنی ٹھیک سانحۂ کربلا والے دن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دیکھا جسے اکابرین اُمت نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا۔ ابن حجر عسقلانی بھی اس میں شامل ہیں انھوں نے تہذیب التہذیب میں اور امام ذہبی جو ابن تیمیہ کے شاگرد بلکہ عاشق سمجھے جاتے ہیں انھوں نے سیر النبلاء میں بیان فرمایا:

حدیث 16: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بن سَلَمَةَ، عَنْ عَمَّارِ بن أَبِي عَمَّارٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ بنصْفِ النَّهَارِ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، بِيَدِهِ قَارُورَةٌ فِيهَا دَمٌ، فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ، مَا هَذَا؟ فَقَالَ: " دَمُ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ، لَمْ أَزَلْ أَلْتَقِطُهُ مُنْذُ الْيَوْمِ"، فَأُحْصِيَ ذَلِكَ الْيَوْمُ، فَوُجِدَ قَدْ قُتِلَ يَوْمَئِذٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گیسوئے مبارک بکھرے ہوئے ہیں اور دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون تھا، عرض گزار ہوا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا ہے؟ فرمایا، حُسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے، میں دن بھر اسے جمع کرتا رہا ہوں۔ میں نے وہ وقت یاد رکھا تو معلوم ہوا کہ اسی وقت شہید کیے گئے تھے۔

(تهذیب التہذیب لابن حجر، جلد: ۲، صفحہ: ۳۰۶۔

المعجم الکبیر، للطبرانی، جلد ۳۔ صفحہ ۱۸۴۔

الاصابہ لابن حجر، جلد: ۲، ص: ۸۱۔

مسند احمد، جلد: ۱، ص: ۲۸۳۔

فضائل الصحابہ لامام احمد، جلد: ۲، ص: ۷۷۱۔

سیر اعلام النبلا لذہبی، جلد: ۵، ص: ۳۱۱۔

اسد الغابہ لابن اثیر، جلد: ۱، ص: ۲۶۶۔

تہذیب الکمال للمزی، جلد: ۶، ص: ۴۷۳۔

دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد: ۶، ص: ۴۷۳)

10 محرم کو شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کربلا میں موجود ہونے کا ثبوت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بھی ہوا اور اب حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اسی کی گواہی دے رہے ہیں اور میدان کربلا میں اضطراب و پریشانی کی کیفیت دونوں نے تقریباً ایک جیسی ہی بیان کی ہے مگر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی ایک شیشی بھی دیکھی جب استفسار فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں دن بھر جمع کرتا رہا ہوں۔ پھر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس دن اور تاریخ کو نوٹ کرلیا۔ بعد میں جب شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مدینہ پہنچی تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تصدیق فرمادی کہ میں نے اسی دن یہ خواب دیکھا تھا۔

یہاں حامیان یزید سے میں چند سوالات کرنا چاہوں گا:

۱ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر نہ تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان کربلا میں کس لیے پہنچ گئے؟

۲ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر نہ تھے تو ان کا اور ان کے رفقاء کا خون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیشی میں کیوں جمع کررہے تھے؟ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اس کا کیا استعمال کریں گے یہ تو ہم روز محشر دیکھ کر ہی بتا سکیں گے، مگر یہ ضرور ثابت ہوگیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور راہ حق میں بہنے والا ان کا اور ان کے رفقا کا خون خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محفوظ کرلیا ہے۔

۳ اس قسم کی روایتوں سے امّت کے علما، فقہا، محدثین سب کا یہ فیصلہ کیوں ہے کہ حسین حق پر تھے اور یزید باطل پر؟

سانپ آگیا: پیغام حق لے کر

تاریخ کی کتابوں کو چھوڑ کر صرف حدیث کی بنیادوں پر میں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور یزید باطل پر۔ یہاں تک جتنی روایتیں میں نے پیش کی ہیں اگر اس سے بھی کسی کو حق قبول کرنے کی توفیق نہ ملی ہو تو میں یہاں ایک اور روایت پیش کرنا چاہوں گا جس میں ایک سانپ آکر دنیا کو پیغام حق دے گیا کہ حق پر کون تھا۔ اب بھی اگر کسی کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت سمجھ میں نہ آئے تو اس کی قبر میں بھی سانپ ہی آکر بتائے گا کہ حق پر کون تھا۔ حدیث کی مشہور کتاب ترمذی شریف اور المعجم الکبیر اور پھر سند حدیث پر جرح کرنے والے امام علامہ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں اسے بیان فرمایا۔ ملاحظہ کیجیے:

حدیث 17: حدثنا واصل بن عبد الأعلى حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن عمارة بن عمير قال: لما جيء برأس عبيد الله بن زياد وأصحابه نضدت في المسجد في الرحبة فانتهيت إليهم وهم يقولون قد جاءت قد جاءت فإذا حية قد

جاءت تخلل الرؤس حتى دخلت في منخري عبيد الله بن زياد فمكثت هنيهة ثم خرجت فذهبت حتى تغيبت ثم قالوا قد جاءت قد جاءت ففعلت ذلك مرتين أو ثلاثا۔

ترجمہ: عمارہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر مسجد کے صحن میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے گئے تو میں ان کے پاس گیا لوگ کہہ رہے تھے 'آ گیا آ گیا' اچانک دیکھا کہ ایک سانپ آیا وہ ان کے سروں کے درمیان سے نکلتا ہوا ابن زیاد کے نتھنوں میں داخل ہو گیا، تھوڑی دیر ٹھہر کے چلا گیا۔ یہاں تک کہ غائب ہو گیا۔ لوگوں نے پھر کہا ''آ گیا آ گیا'' دو یا تین مرتبہ اس نے اس طرح کیا۔''

(ترمذی باب المناقب۔المعجم الکبیر۔سیر اعلام النبلا، جلد:۶، ص:۵۷۔البدایہ والنہایہ، جلد:۸، ص:۳۷۵۔تاریخ الاسلام للذہبی، جلد:۵، ص:۱۷۹۔اسد الغابہ لابن اثیر، جلد:۱، ص:۲۶۶)

اللہ کی پناہ دیکھ رہے ہیں! امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرانے والے عبید اللہ ابن زیاد کا کیا حشر ہوا، اللہ اپنا عذاب دنیا میں جلدی ظاہر نہیں فرماتا مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت دنیا پر ظاہر کرنے کے لیے یہ عذاب سانپ کی شکل میں دنیا کو دکھا دیا گیا۔ بھرے دربار میں سانپ کئی مرتبہ آیا اور گیا عبید اللہ ابن زیاد کی کھوپڑی میں گھسا جب آتا تو لوگ چلاتے **''قد جاءت، قد جاءت''** یعنی ''آ گیا آ گیا''۔

جب کہ عبید اللہ ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خود قتل نہیں کیا تھا اس کے ماتحت جو فوج تھی قتل اس نے کیا تھا مگر یہ عذاب دکھا کر دنیا پر ظاہر کر دیا گیا کہ امام حسین کو قتل کرانے والا چاہے کوفہ کے دربار میں بیٹھا ہو یا دمشق کے، دونوں عذاب کے یکساں مستحق ہیں۔

کیا اس عذاب الٰہی کے نزول کے بعد بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی حقانیت پر شک

کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔اس روایت کے بعد بھی اگر کوئی حق کو قبول نہ کرے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل پر مُہر لگ چکی ہے۔لوگوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے بھی دیکھا تھا مگر ایمان نہ لائے اس لیے کہ مقدر میں ہدایت نہ تھی، یہ مقدر کی بات ہے۔

حدیث سے فیصلہ ہو گیا

اب آخر میں مَیں ایک ایسی حدیث پیش کرنا چاہوں گا جس کی بنیاد پر آپ کو یقین ہو جائے گا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔امام ترمذی روایت بیان کرتے ہیں:

حدیث 18: أَنَّ رَسُولَ اللهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ » أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے علی، فاطمہ، حسن، حسین سے جنگ کی میں اس سے جنگ کروں گا اور جس نے ان سے صلح کی میں اس سے صلح کروں گا۔

(ترمذی، باب المناقب)

کیا اب بھی غیر مقلد فرقے کا تردّد باقی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے والا جہنمی نہیں ہے؟ کیا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنا اپنی آخرت کو برباد کرنا نہیں ہے؟ اب اگر کوئی یہ تاویل کرے کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہاں جنگ کی، جنگ تو کوفہ کی فوج نے کیا، اس لیے وعید کے مستحق وہ ہوں گے یزید نہ ہوگا۔اس پر پہلا سوال تو یہ ہے کہ

عبیداللہ ابن زیاد نے بھی امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ خود نہیں کی تھی بلکہ کوفہ کی فوج نے کی تھی۔ تو سانپ کی شکل میں عذاب عبیداللہ ابن زیاد پر کیوں نازل ہوا؟ آج بھی پوری دنیا کا اصول ہے کہ فوج اگر جنگی جرائم کا ارتکاب کرے تو عالمی عدالت میں مقدمہ اس ملک کے حکمراں پر ہی کیا جاتا ہے اور جرم ثابت ہونے پر تختۂ دار پر بھی حکمراں ہی کو چڑھایا جاتا ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین اور حامیان یزید بتائیں کہ مَرڈر کرنا اور مَرڈر کروانا دونوں میں جرم کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ کیا کروانے والا یہ کہہ کر بَری ہوسکتا ہے کہ میں نے خود اپنی تلوار سے گردن نہیں کاٹی ہے، اس لیے میرا کوئی قصور نہیں ہے میری تو صرف زبان چلی ہے۔ سزا اُسے دی جائے جس کی تلوار چلی ہے۔ تو کیا یہ عُذر دنیا میں قابل قبول ہوگا؟ ہم غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو اس حدیث کی بنیاد پر ایک ہی فیصلہ ہے کہ جس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی اور اس کے جہنمی ہونے میں شک کرنا بھی معصیت ہے۔

کیا یزید جنّتی ہے؟

حامیان یزید اور غیر مقلد فرقے کے علما اپنی تحریر و تقریر میں بخاری کی ایک حدیث کے ذریعے یزید کو جنّتی ثابت کرنے کی نامستحسن کوشش کرتے ہیں۔ اس حدیث سے یزید کا جنتی ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں یہ تو میں بعد میں بتاؤں گا۔

یہاں میں حامیان یزید کو چیلنج کرنا چاہوں گا کہ کوئی ایک حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہی سہی ایسی لے آئیں جس میں نام لے کر یزید کو جنّتی کہا گیا ہو تو میں دس لاکھ روپیہ انعام دینے کے لیے تیار ہوں۔ مگر صبح قیامت

تک کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

اس موقع پر عالم اسلام کو میں اس حقیقت سے باخبر کرنا چاہوں گا کہ وہ لوگ اتنے بڑے دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو اپنے آپ کو اہلحدیث کہتے ہیں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضائل ومکارم میں جو درجنوں احادیث ہیں جن میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو جنّتی ، جنّتی نوجوانوں کا سردار قرار دیا گیا ہے اس کی بنیاد پر امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو جنّتی ماننے کو تیار نہیں ہیں اور دشمنِ حسین 'یزید' کو جنّتی ثابت کرنے کے لیے ساری قلمی توانائی صَرف کر رہے ہیں۔ ایسے افراد کا چہرہ بے نقاب کرنے کے لیے ہی میں نے قلم اُٹھایا ہے۔

اب آیئے تاریخ کی بنیاد پر نہیں حدیثوں کی بنیاد پر یزید کی حیثیت معلوم کریں۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ حدیث کی بنیاد پر یزید کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔

سُنّت کو بدلنے والا پہلا شخص

امام جلال الدین سیوطی نے جامع الحدیث میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور امام ذہبی نے تاریخ الاسلام میں اور دیگر محدثین نے اسے بیان کیا ہے:

حدیث 20: فقال أبو ذر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "أول من يغير سنتي رجل من بني أمية۔

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا 'میری سنّت کو بدلنے والا پہلا شخص بنی اُمیہ سے ہوگا۔

(البدایہ والنہایہ، جلد:۸، صفحہ:۱۵۳۔تاریخ الاسلام للذھبی، جلد:۳، ص:۱۸۰۔دلائل النبوۃ للبیھقی، جلد:۶، ص:۴۶۷۔مصنف ابن ابی شیبہ، جلد:۴، ص:۱۰۲۔جامع الحدیث، للسیوطی، جلد:۱۰، ص:۳۰۴۔)

ناپسندیدہ قبیلے کا ناپسندیدہ فرد جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کو سب سے پہلے بدلے گا وہ بھی بنی اُمیہ سے ہوگا۔ اس روایت میں تو بات اشارے میں کی گئی ہے مگر ایک دوسری حدیث میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر سب کچھ بیان کر دیا اور اس حدیث کو بہت سارے محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا۔ اس میں امام ذہبی بھی شامل ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

حدیث 21: قال رسول الله لا یزال أمر أمتي قائما بالقسط حتی یکون أول من یثلمه رجل من بني أمیة یقال له یزید۔

ترجمہ: میری اُمت کا معاملہ برابر عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ اُس میں رخنہ ڈالنے والا پہلا شخص بنی اُمیہ سے ہوگا اس کا نام یزید ہے۔

(الصواعق المحرقه ، جلد:۲، صفحه:۶۳۲۔ البدایه والنهایه، جلد:۸، صفحه:۲۵۳۔ لسان المیزان لابن حجر، جلد :۸، ص:۵۰۷۔ تاریخ الاسلام للذهبی،جلد: ۵،ص:۲۷۳۔ مسند ابی یعلی،جلد:۲، ص:۱۷۶۔مجمع الزوائدللهیثمی، جلد:۵، ص:۲۹۲۔ سیر اعلام النبلا،جلد:۷، ص:۳۹۔ تاریخ الخلفاءلسیوطی، جلد:۱، ص:۱۸۲)

"یقال له یزید" یہ فرما کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کچھ کھول کر بیان کر دیا۔ حامیانِ یزید اور غیر مقلد فرقے کے علما اب اپنے امیر المومنین کو کیسے بچائیں گے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام لے کر انھیں جنّتی بتایا گیا ہے اور یزید کا نام لے کر اسے عدل و انصاف میں رخنہ ڈالنے والا قرار دیا گیا ہے۔ میں پھر اس بات کا اعادہ کرنا چاہوں گا کہ یہ کوئی تاریخی کتاب کا اقتباس نہیں ہے جسے ابو مخنف نے خراب کر دیا ہو بلکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اگر آپ اپنے کو اہلحدیث کہتے ہیں تو یزید کے بارے میں آپ کی وہ رائے کیوں نہیں ہے جو حدیث میں بیان کی گئی ہے؟ بخاری کی حدیث میں تو یزید کا نام نہ آیا صِرف

ایک عمل بیان کیا گیا ہے اور آپ اس پر بضد ہو گئے کہ یزید نے وہ عمل کیا ہے اس لیے وہ جنّتی ہے۔ اس کا جواب مَیں آنے والی سطروں میں دوں گا مگر اس سوال کا جواب حامیانِ یزید کیا دیں گے کہ یزید کا نام لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُسے عدل وانصاف میں رخنہ ڈالنے والا قرار دیا۔ اب حامیان یزید کو چاہیے کہ وہ ایک عدد اور کوئی یزید تلاش کریں۔ مگر اس کا تعلق بھی بنی امیہ سے ہونا چاہیے تب جا کر وہ اپنے امیر المومنین کو بچا سکتے ہیں، لیکن تاریخ ایسے کسی اور یزید کو پیش کرنے سے قاصر ہے۔ چارو ناچار ماننا ہو گا کہ حدیث میں جس یزید کی مذمت کی گئی ہے وہ یہی یزید ہے ساری دنیا جس پر آج تک لعنت وملامت کر رہی ہے۔

60ھ ہجری کا شَر

یہی وہ یزید ہے جس کی حکومت کی ابتدا 60ھ ہجری میں ہوئی اور اتفاق دیکھیے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے 60ھ ہجری اور اس میں قائم ہونے والی حکومت سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی جو سب کے نزدیک انتہائی معتبر و مستند ہیں۔ اپنی کتاب 'فتح الباری فی شرح البخاری' میں یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دعا فرماتے تھے کہ ''اے اللہ! میں سنہ 60ھ ہجری اور چھوکروں کی حکومت سے پناہ مانگتا ہوں۔'' علامہ ابن حجر عسقلانی اور بخاری کے دوسرے شارح علامہ عینی دونوں اسے یوں نقل فرماتے ہیں:

أعوذ بالله من رأس الستين وإمارة الصبيان يشير إلى خلافة يزيد بن معاوية لأنها كانت سنة ستين من الهجرة واستجاب الله دعاء أبي هريرة فمات قبلها بسنة

اے اللہ! میں 60ہجری کی ابتدا اور چھوکروں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۔ اس میں اشارہ یزید بن معاویہ کی حکومت کی طرف ہے اس لیے کہ وہی 60ہجری میں خلیفہ ہوا اور اللہ جل جلالہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور ایک سال قبل (59ہجری میں) ان کا وصال ہو گیا۔

(فتح الباری، باب: حفظ العلم جلد: ۱، صفحہ: ۲۱۶۔ عمدۃ القاری، باب: حفظ العلم، جلد: ۳، ص: ۳۶۴۔ مشکوٰۃ المصابیح، جلد: ۱، صفحہ: ۸۱۳۔)

ابن تیمیہ کے شاگرد خاص علامہ ابن کثیر نے بھی اس روایت کو یوں نقل فرمایا ہے:

قال أبو هريرة: اللهم لا تدركني سنة ستين, قال: فتوفي فيها أو قبلها بسنة

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ نے یوں دعا کی اے اللہ! مجھے 60ہجری سے نہ ملا نا پس وہ 60ہجری ہی میں یا ایک سال قبل وصال فرما گئے۔

(البدایہ والنہایہ، جلد: ۸، صفحہ: ۱۲۲)

اب کیا کہیں گے غیر مقلدین اور حامیان یزید جس سنہ ہجری سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ مانگنے کی تعلیم دی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پناہ مانگا بھی کرتے تھے اور اس سے پہلے ہی وہ وصال فرما گئے کیا وہی سنہ تمھارے جھوٹے امیر المومنین کی ابتداے حکومت کا نہیں ہے، اب تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد تمھیں سمجھ میں آجانی چاہیے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاروں میں سب کچھ بتا دیا اور یزید کی مذمت بھی ہوگئی۔ یہی وہ بدترین سنہ ہے اور اسی میں وہ بدترین حکومت قائم ہوئی جس میں امام حسین اور اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے نوجوانوں کا بے دردی کے ساتھ خون بہایا گیا۔

اگر یزید کا کوئی سیاہ کارنامہ نہ ہوتا اور اس کے دور اقتدار میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہلبیت رضی اللہ عنہم کی شہادت بھی نہ ہوئی ہوتی تب بھی صرف اس حدیث کا مفاد یہ ہوتا کہ اس سنہ میں اُمت کے لیے نہ کوئی اچھی حکومت آنے والی ہے اور نہ اچھا حکمراں۔ جو بھی اس

سنہ میں خلیفہ بننے والا ہوتا اس کی مذمت اسی حدیث کی بنیاد پر کی جاتی اور اسے کہا جاتا کہ تو وہ بدقسمت حکمراں ہے کہ تجھے تخت و تاج اُس زمانے میں ملا جو شَر کا زمانہ ہے اور جس سے پناہ مانگنے کی تعلیم حدیث میں دی گئی ہے اور اتفاق دیکھیے کہ یزید حصول اقتدار کے وقت تھا بھی چھوکرا۔ کیا غیر مقلدین میرے اس استدلال کا کوئی جواب دے سکتے ہیں؟؟؟

امیر المومنین کہنے والے کو 20 کوڑے

یزید کے ظلم و جبر اور سیاہ کارناموں کی بنیاد پر پوری امّت میں اس کے خلاف غم وغصّہ اور نفرت پائی جا رہی تھی۔ واقعہ کربلا کے بعد تو اس میں اور اضافہ ہو گیا اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا وہ خود بھی بنی اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے مگر انتہائی متقی، پرہیزگار، عادل خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ اُن کی نشست میں ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا اور اُسے امیر المومنین کہہ دیا۔ اس پر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے جلال کا جو عالم ہوا وہ ملاحظہ فرمائیں مگر میں یہ وضاحت بھی کرنا چاہوں گا کہ اس روایت کو اکثر لوگ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب تاریخ الخلفاء سے نقل کرتے ہیں جو کہ تاریخ کی کتاب ہے اور مجھے چوں کہ اپنی اس کتاب میں تاریخ کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرنی تھی اس لیے میں نے دوسری کتابوں میں اسے سَرچ کیا تو **الحمدللہ** حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تہذیب التہذیب میں مجھے یہ روایت مل گئی۔ حالاں کہ علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے بھی میں بیان کر سکتا تھا اس لیے کہ وہ خود بھی بہت بڑے محدث ہیں مگر اتفاق کہیے کہ انھوں نے اس روایت کو اپنی کسی حدیث کی کتاب میں نہیں تاریخ کی کتاب میں بیان کیا ہے۔ اب روایت ملاحظہ فرمائیں:

حدیث 22: قال کنت عند عمر بن عبد العزیز فذکر رجل یزید بن معاویۃ فقال قال امیر المؤمنین یزید فقال عمر تقول امیر المؤمنین یزید و أمر بہ فضرب عشرین سوطا۔

ترجمہ: نوفل بن ابی عقرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور اسے امیر المومنین یزید کہہ دیا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (ناراض ہوکر) کہا تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے اور پھر اس شخص کو 20 کوڑے مارنے کا حکم دیا۔''

(تہذیب التہذیب لابن حجر، جلد:۱۱، صفحہ:۳۱۷۔۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی، جلد:۱، صفحہ ۱۸۲)

کیا کہیں گے اب حامیان یزید، کیا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی بریلوی تھے؟ اس پر میں حامیان یزید سے چند سوالات کرنا چاہوں گا:

ع۱: اگر واقعی یزید امیر المومنین تھا یا اس لفظ کا مستحق تھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے صحیح بات کہنے والے کو 20 کوڑے کیوں لگوائے؟

ع۲: کیا قرآن وسنّت میں غیر مستحق کو امیر المومنین کہنے پر 20 کوڑے کی سزا کہیں بیان کی گئی ہے؟ اگر جواب نفی میں ہو تو یہ بتایا جائے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کس جذبے کے تحت اُسے 20 کوڑے لگوائے؟

ع۳: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی امیہ ہی سے تھا یعنی یزید کے خاندان سے پھر بھی انھوں نے یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو 20 کوڑے کیوں لگوائے؟

ع۴: جب خود خاندان ہی کا ایک عظیم شخص یزید کو امیر المومنین ماننے کے لیے تیار

نہیں ہے تو موجودہ دور کے غیر مقلدین کیوں اسے امیر المومنین کہہ رہے ہیں؟ آخر آپ لوگوں کی یزید سے کون سی رشتہ داری ہے؟

۵: اگر اس زمانہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ہوتے تو یزید کو رحمۃ اللہ علیہ اور امیر المومنین کہنے پر آپ لوگوں کا کیا حشر ہوتا؟

۶: کیا اِس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اُس زمانے سے دو مسلک چلے آ رہے ہیں ایک یزید کو امیر المومنین کہنے والوں کا اور ایک اس پر کوڑا لگانے والوں کا؟

۷: آپ لوگوں کا تعلق کس مسلک سے ہے کوڑا کھانے والوں کے مسلک سے یا کوڑا لگانے والوں کے مسلک سے؟ اور سلفی آپ لوگ ہوئے یا ہم؟

امید ہے ان سوالوں سے آپ لوگوں کے چودہ طبق روشن ہو گئے ہوں گے۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ جل جلالہ آپ لوگوں کو یزید کے عشق سے نجات دے، ورنہ روزِ محشر کہیں آپ لوگوں کو فرشتوں کے کوڑے نہ کھانے پڑیں۔

بخاری کی حدیث اور اس کی وضاحت

حامیان یزید اور غیر مقلد علما وخطبا یزید کو جنّتی ثابت کرنے کے لیے بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں اس حدیث میں یزید کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر جو پہلا لشکر حملہ آور ہوگا اس کے بارے میں بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ مغفور یعنی بخشے ہوئے ہوں گے۔ اس پر حامیانِ یزید کا کہنا ہے کہ یزید بھی اس لشکر میں شامل تھا اس لیے وہ بھی مغفور ہو گیا۔ اور جنّت جائے گا۔

حدیث کا صحیح مفہوم بیان کرنے سے پہلے حدیث پاک ملاحظہ فرما لیں:

حدیث 23: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ.

ترجمہ: میری امّت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا وہ مغفور ہوگا۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی)

بتائیے اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کا نام کہاں لیا ہے؟ آپ نے تو صرف بشارت دی ہے کہ جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا وہ مغفور ہوگا۔ یزید اس لشکر میں شامل ہوا یا نہیں یہ پتہ تاریخ سے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کو ماننے والے فرقے کو حدیث ہی سے ثابت کرنا چاہیے کہ یزید اس لشکر میں شامل تھا، مگر اس بشارت کا مستحق بنانے کے لیے اُنھیں تاریخ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

اس بات میں بھی علما کا سخت اختلاف ہے کہ یزید پہلے لشکر میں شامل تھا یا نہیں۔ اب ایسی اختلاف کی صورت میں بھی یزید کو اس روایت کی بنیاد پر جنتی قرار دینا یہ صرف عداوتِ حسین (رضی اللہ عنہ) کا نتیجہ ہے۔ بہر حال اگر ہم غیر مقلدین ہی کے موقف کو صحیح سمجھ لیں کہ وہ اس میں شامل تھا تو بھی بہت سارے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کے شارحین اس کی شرح بیان کرتے وقت یزید کے بارے میں منفی انداز میں کیوں لکھنے لگتے ہیں۔ جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ وہ صحابہ، تابعین (رضی اللہ عنہم) جن کی فضیلت میں کوئی حدیث ہو تو وہ ان کا ذکر صرف مثبت انداز میں اور انتہائی ادب واحترام کے ساتھ کرتے ہیں، مگر یزید کی جب بات آتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شارحین اُسے اس بشارت سے خارج کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بخاری شریف کی تین شرحیں سب سے معتبر و مستند مانی جاتی ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری، علامہ بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری اور علامہ قسطلانی کی ارشادالساری لیکن تینوں بزرگوں کا حال یہی ہے کہ یزید کے معاملے میں وہ فضیلت

ثابت کرنے کے بجائے فضیلت سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔آخر یہ کس بات کی علامت ہے؟ شارحین کی تشریحات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد آپ بھی میرے خیال سے متفق ہوجائیں گے۔علامہ بدرالدین عینی یوں رقم طراز ہیں:

”وقال المهلب في هذا الحديث منقبة لمعاوية لأنه أول من غزا البحر ومنقبة لولده يزيد لأنه أول من غزا مدينة قيصر انتهى قلت أي منقبة كانت ليزيد وحاله مشهور فإن قلت قال في حق هذا الجيش مغفور لهم قلت لا يلزم من دخوله في ذلك العموم أن لا يخرج بدليل خاص إذ لا يختلف أهل العلم أن قوله مغفور لهم مشروط بأن يكونوا من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم فدل على أن المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم“

ترجمہ: اور مہلب نے کہا کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ انھوں نے سب سے پہلے بحری جنگ کی اوران کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی، میں کہتا ہوں وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کے لیے ثابت ہوگئی؟ جب کہ اُس کا حال مشہور ہے اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس لشکر کے حق میں **مغفور لهم** فرمایا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل خاص سے اس سے خارج بھی نہ ہوسکے۔ کیوں کہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول **مغفور لهم** میں وہی داخل

ہے جو مغفرت کے اہل ہیں۔ حتّٰی کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا ہے تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہیں رہتا۔ پس اس سے صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس کے لیے مغفرت کی شرط پائی جائے اُس کے لیے مغفرت ہے۔"

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد: ۲۱، صفحہ: ۲۲۴)

بار بار علامہ عینی کی اس تشریح کا مطالعہ فرمائیں اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو آخر میں وضاحت کر دوں گا۔ اب حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح ملاحظہ فرمائیں:

"يغزون مدينة قيصر يعني القسطنطينية قال المهلب في هذا الحديث منقبة لمعاوية لأنه أول من غزا البحر ومنقبة لولده يزيد لأنه أول من غزا مدينة قيصر وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله أنه لا يلزم من دخوله في ذلك العموم أن لا يخرج بدليل خاص إذ لا يختلف أهل العلم أن قوله صلى الله عليه وسلم مغفور لهم مشروط بأن يكونوا من أهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل في ذلك العموم اتفاقا فدل على أن المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم"

ترجمہ: "مہلب (محدث) نے فرمایا کہ یہ حدیث حضرت امیر معاویہ کی منقبت میں ہے کہ انھوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت میں ہے کہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ مہلب کے قیاس کو ابن التین اور ابن المنیر

نے رد کیا ہے کہ عموم کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ دلیل خاص سے کوئی نکل نہ سکے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد **مغفور لھم** اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ حملہ کرنے والے افراد مغفرت کے اہل ہوں۔ اگر کوئی غازیوں میں سے اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ **مغفور لھم** کی بشارت میں وہی شامل ہیں جن میں مغفرت کی اہلیت ہو۔"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد: ٦، صفحہ: ١٠٢)

بالکل اسی انداز میں علامہ قسطلانی نے بھی ارشاد الساری میں بحث کی ہے:

"واستدل به المهلب علی ثبوت خلافة یزید وانه من اهل الجنة لدخولهم فی عموم قوله مغفور لهم۔

واجیب: بان هذا جار علی طریب الحمیة لبنی أمیه ولا یلزم من دخوله فی ذالک العموم أن لا یخرج بدلیل خاص اذ لا خلاف أن قوله علیه الصلاة والسلام "مغفور لهم" مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذالک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقاً قاله ابن المنیر، وقد اطلق بعضهم فیما نقله المولی سعد الدین اللعن علی یزید فنحن لا نتوقف فی شأنه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلی أنصاره وأعوانه اهـ"

ترجمہ: اس حدیث سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ حدیث کے اس جملے **مغفور لھم** کے عموم میں داخل ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات محض بنی

امیہ کی حمایت میں کہی گئی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو۔ کیوں کہ اس میں اختلاف نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول **مغفور لھم** اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتّٰی کہ اگر کوئی غازی اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات ابن المنیر نے کہی اور بے شک بعض علما نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے۔ جیسے علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل فرمایا کہ پس ہم توقف نہیں کریں گے یزید کے بارے میں اور اس کے ایمان کے بارے میں اللہ کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے معاون و مددگار پر۔‘‘

(ارشاد الساری شرح بخاری، جلد ۶ ، صفحہ: ۴۰۸، دار الکتاب علمیہ، بیروت)

علامہ قسطلانی نے تو آخر میں علامہ سعد الدین تفتازانی کے حوالے سے انتہائی سخت موقف بیان کر دیا کہ یزید کے بارے میں اور اس کے ایمان کے بارے میں ہم کوئی توقف نہیں کریں گے اور پھر یزید اور اس کے مددگاروں پر لعنت بھی فرما دی۔

ان محدثین کی تشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے لشکر کے لیے مغفور ہونے کی جو بشارت دی گئی ہے اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس عمل کے بعد وہ کفر، ارتداد اور معصیتوں کا ارتکاب نہ کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا عمل کرلے جس میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنّت کی یا مغفرت کی بشارت دی ہو تو وہ بشارت کا مستحق تو ہو جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ اس عمل کے بعد پھر اللہ جل جلالہ کو ناراض نہ کرے ورنہ پھر استحقاق ختم ہو جائے گا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین عینی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ اگر یزید اس غزوہ میں شامل ہو کر مغفور کی بشارت میں داخل ہو بھی گیا تو اس کے بعد اس نے بڑے بڑے

گناہ کیے۔ سیدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت کے افراد کو شہید کروایا، اس کے بعد مدینے اور مکے پر حملہ کروایا۔ صرف مدینے میں سات سو(700) سے زائد صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا مدینے کی ایک ہزار(1000) سے زائد خواتین کی عصمت دری کی گئی۔ تین دن تک یزید نے مدینے کو اپنی فوج پر مباح کر دیا۔ مسجد نبوی میں تین روز تک نہ اذان ہوسکی نہ نماز اور تین روز تک مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے۔ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کو دیوانہ سمجھ کر یزید کی فوج نے چھوڑ دیا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ تین روز تک میں نے قبر نبوی سے اذان کی آواز سنی۔ اس کے بعد مکہ پر یزید کی فوج نے حملہ کیا کئی روز تک حرم مکی میں نہ نماز ہوسکی نہ طواف اور منجنیق کے ذریعے حرم میں سنگ باری کی گئی، جس سے کعبے کا غلاف جل اُٹھا اور کعبے کی دیواریں شکستہ ہوگئیں۔ آگ لگنے سے اس دنبہ کی سینگ بھی جل گئی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ جنّت سے آیا تھا۔

یہ ہے یزید کے سیاہ کارناموں کی تفصیلات جس کی بنیاد پر علامہ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ قسطلانی کیا پوری اُمت یزید سے نفرت کرنے لگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا جو ردعمل آپ نے گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمایا وہ بھی یزید کے اِنھیں سیاہ کارناموں کی بنیاد پر تھا، اور علامہ عینی نے حالہ مشہور فرما کر ان ہی امور کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ غرض کہ شارحین بخاری نے یزید کے انہی سیاہ کارناموں کی بنیاد پر بجائے منقبت بیان کرنے کے یہ اصول بیان کرنا شروع کر دیا کہ عمل کرنے والا مغفرت کا اہل بھی ہونا چاہیے اور کسی نے بھی یزید کو جنتی نہیں قرار دیا۔

مگر پھر بھی غیر مقلد فرقہ زبردستی اس حدیث سے یزید کو جنّتی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ غیر مقلدین کو معلوم ہونا چاہیے کہ مغفور کا لفظ جنتی ہونے کی یقینی بشارت نہیں ہے۔ اگر اُنھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تو میں چند بشارتیں حدیث سے

پیش کرتا ہوں غیر مقلدین اس کا جواب دیں۔ بخاری شریف میں ہے:

''مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔''

ترجمہ: ''جو ایمان و یقین کے ساتھ رمضان میں تراویح پڑھے اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

اس بشارت میں بھی غفر لہ کا لفظ موجود ہے تو کیا تراویح پڑھنے والا آپ لوگوں کے نزدیک جنتی ہو جائے گا اور تراویح پڑھ لینے کے بعد اب وہ جو چاہے گناہ کرتا پھرے، ہر حال میں جنّتی ہی رہے گا۔

بخاری کی دوسری حدیث میں ہے:

''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ''

ترجمہ: ''جو ایمان و یقین کے ساتھ رمضان میں روزے رکھے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''

اس بشارت میں بھی غفر لہ کا لفظ موجود ہے تو کیا رمضان کا روزہ رکھ لینے سے آدمی ایسا جنتی ہو گیا کہ اب وہ جس گناہ کا چاہے ارتکاب کرے، ہر حال میں جنتی ہی رہے گا؟

بخاری کی حدیث ہے کہ جب امام و الا الضآلین کہے تو تم آمین کہو:

''فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

ترجمہ: ''پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''

اب اگر نماز پڑھ لینے کے بعد اگر کوئی شراب پیے، جوا کھیلے، زنا کرے اور کہے کہ ان گناہوں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا میں نے نماز میں آمین کہہ لی ہے اور یزید کی طرح بخشا بخشایا ہوں تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہو گا؟

اس سے بھی زیادہ مضبوط عمل ملاحظہ فرمائیے، جس میں غفر لھم یا مغفور

لھم کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ جنّت کا لفظ ہے:

''من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ'' (ترمذی شریف)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنّت میں داخل ہو گیا۔''

یہاں حامیان یزید کیا کہیں گے صرف لا الہ الا اللہ کہہ لینے کے بعد اگر کوئی یہ سمجھے کہ میں جنّت میں داخل ہو گیا اب چاہے میں شراب پیوں، زنا کروں، مکے پر حملہ کروں، کعبے میں آگ لگا دوں، مدینے کی عورتوں کی عصمت دری کروں مگر پھر بھی مجھے کوئی جنّت سے نکال نہیں سکتا۔ تو کیا اس کا یہ کہنا اور سمجھنا غیر مقلدوں کے نزدیک صحیح ہو گا؟

سنن ترمذی وسنن ابوداؤد کی حدیث ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

''مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ إِلاَّ غُفِرَ لَھُمَا قَبْلَ أَنْ یَفْتَرِقَا''

ترجمہ: ''دو مسلمان جب آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔''

کیا خیال ہے اس روایت کے بارے میں کیا مصافحہ کرنے کے بعد ہر گناہ کی اجازت ہو جائے گی اور کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اب گناہ سے مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے میں نے مسلمان سے مصافحہ کیا اور حدیث کے مطابق میری بخشش ہو گئی اور اس طرح میں یزید کے ہم پلہ ہو گیا۔ تو کیا اس کا یہ کہنا صحیح ہو گا؟

ان مثالوں سے اُمید ہے غیر مقلدین کو اور حامیان یزید کو بات سمجھ میں آ گئی ہو گی کہ کسی عمل کی بشارت میں اگر **مغفور یا غفر** یا جنّت ہی کا لفظ کیوں نہ ہو اُس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہو گا کہ اب آدمی بڑے بڑے گناہ کرے پھر بھی جنت کا استحقاق

ختم نہیں ہوگا۔ ہاں اللہ جل جلالہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض افراد کو ایسی بشارت دی ہے جس کی بنیاد پر وہ یقینی طور پر جنّتی ہیں۔ مثلاً عشرۂ مبشرہ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا:

"قال رسول الله صلى الله عليه و سلم أبو بكر في الجنة و عمر في الجنة و عثمان في الجنة و علي في الجنة و طلحة في الجنة و الزبير في الجنة و عبد الرحمن بن عوف في الجنة و سعد في الجنة و سعيد في الجنة و أبو عبيدة بن الجراح في الجنة"

ترجمہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر جنّتی ہیں، عمر جنّتی ہیں، عثمان جنّتی ہیں، علی جنّتی ہیں، طلحہ جنّتی ہیں، زبیر جنّتی ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنّتی ہیں، سعد جنّتی ہیں، سعید جنّتی ہیں، ابوعبیدہ بن جراح جنّتی ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)"

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت لوگوں کو جنّت کی بشارتیں دی ہیں مگر اس بشارتوں کے الفاظ یقینی ہوتے ہیں اور اسی طرح بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جنت کی یقینی بشارت دی گئی ہے اور ایسے یقینی جنّتی افراد کو اللہ جل جلالہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں تو یہ بھی فرمادیں اعملوا ما شئتم لقد وجبت لکم الجنة یعنی تم جو چاہو کرو بے شک تم پر جنت واجب ہو چکی ہے۔ مگر یزید کے بارے میں جس حدیث سے استدلال کیا جا رہا ہے اس میں صرف ایک عمل بیان کیا گیا ہے اور اس کے کرنے والے کے لیے ویسی ہی بشارت ہے جیسے مذکورہ بالا حدیثوں میں مختلف اعمال کی بشارت ہے۔ اس لیے اس حدیث کی بنیاد پر یزید کو جنّتی قرار دے دینا جہالت ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ جس ذات گرامی کے جنّتی ہونے کا ذکر صراحت کے ساتھ حدیثوں میں موجود ہے اس کے بارے میں حامیان یزید کا دل صاف نہیں ہے اور

بے شمار گناہوں کا ارتکاب کرنے والے سُنّت کو بدلنے والے اُمّت کے عدل وانصاف میں رَخنہ ڈالنے والے یزید کو زبردستی جنّتی ثابت کرنے کے لیے قلمی توانائی صَرف کی جارہی ہے۔ **العیاذ باللہ۔**

اس پوری بحث میں مَیں نے کہیں بھی تاریخ کے حوالے سے کوئی استدلال نہیں کیا ہے اور نہ ہی یزید کے فِسق وفجور کی تفصیلات تاریخ کے حوالے سے بیان کی ہیں۔

..........ظظظ..........

اے حسین رضی اللہ عنہ

بیکل بلرام پوری

کلمۂ توحید ہے تیری شہادت اے حسین
تو نہ ہوتا تو نہ رہ جاتی صداقت اے حسین

تیری قربانی نے زندہ کردیا اسلام کو
وہ رہے گا تا ابد تیری بدولت اے حسین

طالبانِ منزلِ امن وسکوں کے واسطے
تیری قربانی ہوئی شمعِ ہدایت اے حسین

ملتِ اسلام کو ملتا ہے اک درسِ حیات
کیسے بھولیں ہم ترا یومِ شہادت اے حسین

احتمال آنے کا ہے پھر سے یزیدیت کا دور
پھر جہانِ نو کو ہے تیری ضرورت اے حسین

حال میرا کچھ بھی ہو میرا عقیدہ ہے یہی
بخشوائے گی مجھے تیری محبت اے حسین

مدح خوان اہلبیت

مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ

کس زباں سے ہو بیان مدح خوان اہلبیت
مدح گوئے مصطفٰے ہے مدح خوانِ اہلبیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
''آیۂ تطہیر'' سے ظاہر ہے شان اہل بیت

ان کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں عزو شانِ اہل بیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحان اہل بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستان اہل بیت

حوریں کرتی ہیں عروسان شہادت کا سنگار
خوب رُو دولہا بنا ہے ہر جوان اہل بیت

اے شباب فصل گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستان اہل بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروان اہلبیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میان اہل بیت

گھر لٹانا سر کٹانا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہاں کرتے ہیں سنی داستان اہلبیت

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین ست حسین دیں پناہ است حسین
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالہ است حسین

ایک سال تک زندگی کا بیمہ (دُعائے عاشورہ)

یہ دُعا بہت مجرّب ہے۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص عاشورہ محرم کو طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک اس دعا کو پڑھ لے یا کسی سے پڑھوا کر سن لے تو انشاء اللہ تعالٰی یقیناً سال بھر تک اس کی زندگی کا بیمہ ہو جائے گا۔ ہرگز موت نہ آئے گی اور اگر موت آنی ہی ہے تو عجیب اتفاق ہے کہ پڑھنے کی توفیق نہ ہوگی۔

دُعائے عاشورہ

يَا قَابِلَ تَوْبَةِ اٰدَمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا فَارِجَ كَرْبِ ذِي النُّوْنِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا جَامِعَ شَمْلِ يَعْقُوْبَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا سَامِعَ دَعْوَةِ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا مُغِيْثَ اِبْرَاهِيْمَ مِنَ النَّارِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا رَافِعَ اِدْرِيْسَ اِلَى السَّمَآءِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا مُجِيْبَ دَعْوَةِ صَالِحٍ فِي النَّاقَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا نَاصِرَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَآءَ يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَاقْضِ حَاجَاتِنَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَطِلْ عُمْرَنَا فِيْ طَاعَتِكَ وَمَحَبَّتِكَ وَرِضَاكَ وَاَحْيِنَا حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّتَوَفَّنَا عَلَى الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط اَللّٰهُمَّ بِعِزِّ الْحَسَنِ وَاَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَجَدِّهٖ وَبَنِيْهِ فَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ ط

پھر سات بار پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْءَ الْمِيْزَانِ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضٰى وَزِنَةَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ط سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ الشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَعَدَدَ كَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ كُلِّهَا نَسْئَلُكَ السَّلَامَةَ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ط وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ط نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ عَدَدَ ذَرَّاتِ الْوُجُوْدِ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط